قیام پر تبصرہ ہے، حسین استلام، اسلامی فتوحات، ہند پر اسلامی حملے، ہندوستان مین مستقل اسلامی حکومت اور اس کے بعد اسلامی فتوحات دکن، سلطنت بہمنی سلطنت بیجاپور، احمد نگر، عماد شاہیہ، بریر شاہیہ اور سلطنت قطب شاہیہ کا تذکرہ ہے، اور اسی بیان پر یہ حصہ تمام ہوگیا ہے، مناسب ہوتا کہ مصنف کے مختصر سوانح حیات بھی کتاب مین دیدیے جاتے۔

چند ڈرامے، از جناب نور الٰہی محمد عمر ناشر اردو بک اسٹال لوہاری دروازہ لاہور حجم ۱۲۲ صفحے تقطیع چھوٹی قیمت ۸؎

جناب نور الٰہی محمد عمر صاحبان اردو کے مشہور ڈرامہ نویس ہین یہ رسالہ اون کے چند چھوٹے چھوٹے ڈرامون کا مجموعہ ہے، جو قریب قریب سب پرلطف اور دلچسپ ہین خصوصاً "ہمہ خانہ آفتاب" اور "پہلی پیشی" کا مزاحیہ رنگ قابل داد ہے،

اسلامی تاریخ کی سچی کہانیان، از مولوی محمد حسین صاحب محوی ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی حجم ۸۰ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت ۶؎

یہ رسالہ چھوٹے بچون اور بچیون کے لئے لکھا گیا ہے، اسلامی عہد کے موثر نصیحت آمیز واقعات دو دو صفحون مین لکھے گئے ہین اور آخر مین بطور نصیحت ہر سبق کا نتیجہ بھی بچون کو سمجھا دیا گیا ہے، بچون مین ذوق مطالعہ پیدا کرنے کے لئے یہ رسالہ کارآمد ہوگا،

علم الصرف، مولفہ مولوی محمد عبد الہادی خان صاحب شاہجہان پوری، کوچہ چیلان، دہلی، حجم ۴۰ صفحے قیمت: ۔۔عہ

مصنف نے نوعمر بچون کے لئے صرف و نحو کے رسالے مرقاۃ العربیہ کے نام سے لکھے تھے، اب انھین مسائل کو بڑی عمر کے طلبہ کے لئے مبادی العربیہ کے نام سے دو رسالون مین جمع کیا ہے، پہلا رسالہ علم الصرف ہے، جسمین صرف کے تمام مسائل اور گردانین جمع کی گئی ہین، جو لوگ عربی صرف و نحو کو عربی زبان کی کتابون سے پڑھانا نہ چاہتے ہون، وہ اس رسالہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہین،

"ر"

جلد ۳۳ | ماہ صفر سنہ ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ جون سنہ ۱۹۳۴ء | عدد ۶

مضامین

شذرات

ہندوستان کبھی ایک ملک نہ تھا، اسلامی فتوحات نے اسکو زبردستی ایک ملک بنادیا، ایک ملک کیلئے ایک واحد زبان کی ضرورت ہوئی، شروع شروع مین ہر صوبہ کی دیسی زبان مین مسلمانون نے اپنے عربی و فارسی الفاظ ملاکر ہر صوبہ کی زبان کو "ہندی" کا لقب دیا، آخر شاہجہان کے زمانہ سے خاص پایۂ تخت دہلی کی ہندی نے تمام ملک مین ٹکسالی زبان کی حیثیت سے رواج پایا، ابتداءً وہ زبان "اردوے معلیٰ" یعنی پایۂ تخت یا شاہی قلعہ کی زبان کہلائی، اور آخر مین انگریزون کے عہد کے آغاز مین "اردو زبان" اُس کا نام قرار پایا، یہ اس زبان کی سب سے مختصر تاریخ ہے،

اس زبان کو یہان ملک کی ضرورت نے پیدا کیا، ضرورت نے اس کی اشاعت کی، اور ضرورت نے اس کو ترقی دی، اس مختلف بولیون والے ملک مین اس زبان کی جیسی سخت ضرورت تھی، اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہو سکتا ہے، کہ ایک صدی کے اندر اندر یہ پورے ملک مین پھیل گئی، اور لکھنے پڑھنے مین خواہ اُس کو کہین جگہ ملی ہو، یا نہ ملی ہو، مگر بول چال مین اوس کو ہر جگہ، جگہ ملی، اور ہر صوبہ مین اوسکو فروغ حاصل ہوا، آج ہندوستان کا کونسا صوبہ ہے، جہان اس زبان کے مکتب، مدرسے اور اخبار اور رسالے نہین،

بلکہ یہ سنکر آپ کو تعجب ہوگا، کہ یہ زبان ایک طرف کابل و بخارا تک، اور دوسری طرف عراق و حجاز تک اور تیسری طرف افریقہ کے سواحل تک اپنا قدم جما چکی ہے، ہر سال ہندوستان سے جو حاجی حجاز یا جو زائر عراق جاتے ہین، وہ اپنے ملک کی زبان جاننے والے ہر جگہ پاتے ہین، بمبئی اور کراچی سے ہر ہفتہ جو جہاز یورپ کی سمت

روانہ ہوتے ہین، وہ مشرق کی انتہائی حد پورٹ سعید اور اسکندریہ تک اس زبان کو لے جاتے ہین، اور اس طرح ان سواحل مین یہ زبان اپنی ضرورت سے آپ بولی اور سمجھی جاتی ہے، افغانستان مین یہ دیکھکر کس قدر تعجب ہوا کہ بادشاہ سے لیکر وزراء، اور عام اہلِ منصب تک اس زبان کو نہایت خوبی سے بولتے اور سمجھتے ہین، اور اسی کو ہندوستان کی واحد زبان جانتے ہین،

اب اگر ہندوستان کی کوئی قوم یہ کوشش کرتی ہے، کہ صدیون کی اس محنت کو مٹا ڈالے، اور متھرا یا بنارس کی کسی بولی کو "ہندی" کا نام اور ہندوستان کی واحد مشترک زبان قرار دیکر نئے سرے سے اسکو دنیا مین روشناس کرے تو ہر حیثیت سے یہ ایک شدید غلطی ہوگی،

ہندو بھائی اگر یہ چاہتے ہون کہ اس زبان کے لکھنے کے لئے اپنا کوئی علیحدہ خط جیسے ناگری مقرر کرین، تو اس کا ان کو اختیار ہے، لیکن اس خط کے پردہ مین زبان کو بدلنے کی کوشش ملکی افتراقات کی تمام سیاسی چالون کے مقابلہ مین یہ ادبی افتراق کی چال ملک کی سب سے بڑی بدنصیبی ہوگی، ملک کی دو بڑی قومین جو اس وقت تک کم از کم شمالی ہندوستان اور دکن مین ایک ہی زبان بولتی چالتی اور سمجھتی ہین، انکو دو زبانون مین بانٹ کر، دونون کے دلون کو ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے سے جدا کر دینا ہے،

حقوق طلب مسلمان ہندوستان مین اپنے ایک تہائی حقوق کا مطالبہ ہر چیز مین کرتے ہین، اسی سیاسی اصول کی بنا پر اگر اس ادبی نزاع کا بھی فیصلہ کر دیا جائے، تو یہ "مذاق" حسن مذاق سے کم نہ ہوگا، عام اردو زبان مین عربی اور فارسی لفظون کا میل ایک تہائی سے زیادہ نہ ہوگا اگر اس تہائی حق کو ہندو بھائی مان لین تو ہندی کی نئی شاخ کو پیدا کرنیکی ضرورت نہو، اور دونون قومین ملکر "ہندوستانی" کے پھیلانے اور بڑھانے مین ہر طرح کی کوشش ایک ساتھ کرین، یہ تجویز

اسوقت ایک مزاح کی صورت ہی، مگر مزاح کو سنجیدگی سے بدل دینا کتنی دیر کا کام ہے،

ہندوستان مین ہندوستانی یعنی اردو زبان بولنے والے اور سمجھنے والے کتنے ہین، اور ان کی تعداد کی نسبت ہندوستان کی دوسری بولیون کے بولنے والون کے ساتھ کیا ہے، ؟ اس کا جواب سرکاری مردم شماری کے کاغذات سے مِل سکتا ہی لیکن اُس سے اکثر اس زبان کے بولنے والون کو تشفی نہین ہوتی، زبانی پیمایش کی تحقیقات بھی اس بارہ مین سند کی حیثیت نہین رکھتی، اس لئے انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) نے یہ قرارداد منظور کی ہے، کہ ہندوستان مین اس زبان کے بولنے والون کی تحقیقی اور حقیقی تعداد کا پتہ چلایا جائے، اور اس کے لئے اوس نے یہ تجویز کی ہی، کہ ہر صوبہ مین اس زبان کی پیمایش کا کام کیا جائے، اور جسمین حسب ذیل معلومات فراہم کئے جائین، اس زبان کے بولنے والونکی تعداد، سالانہ تصانیف، اخبارات اور مطابع کی تعداد، ہر صوبہ مین اس زبان کی تاریخی اور ادبی حیثیت وغیرہ،

یہ کام گو حقیقت مین بہت کٹھن ہے، اور سلطنتون کے انجام دینے کے لائق ہی لیکن اگر قومین کسی بات کے کرنے کا عزم مصمم کرلین تو پھر ان کی عملی طاقت کس بات مین سلطنتون کی قوت عمل سے کم ہے، انجمن نے اس کام کیلئے تقریبًا ساٹھ ہزار کے خرچ کا اندازہ کیا ہے، اور اس کیلئے اپیل کی ہے،

مقالات شبلی جسکی تین جلدین چھپ کر شائع ہوچکی ہین، امسال اسکی چوتھی جلد زیر طبع ہی، یہ مولانا شبلی مرحوم کے تنقیدی مضامین پر مشتمل ہوگی، اس مین وہ تمام مضامین یکجا ہون گے، جو موصوف نے مختلف مطبوعہ اور قلمی کتابون کے نقد و تبصرہ پر لکھے ہین، ضخامت ڈیڑھ سو صفحون کے قریب ہوگی، **تاریخ صقلیہ** کی دوسری جلد بھی طبع کودی جارہی ہی، اس مین صقلیہ (سسلی) کے اسلامی علوم و فنون و تمدن کی مفصل روداد ہوگی،

مقالات

عالم برزخ کی حقیقت ازروئے قرآن مجید

از

مولانا محمد صاحب سورتی، سابق استاذ جامعہ ملیہ دہلی

اجتہاد دینی مین ہر کس و ناکس کا دخل،

زمانہ موجودہ مین علم و فلسفہ کا زور و شور ہو رہا ہے، اس کے نام سے "اسلام" وعقائد اسلام پر آئے دن متفرق قسم کے حملے کئے جاتے ہین، عام طور پر ہر ایک شخص "دینی" مسائل پر بحث و جدال کے قابل اپنے آپ کو سمجھتا ہے، اور کوئی اسے خلاف اصل اور بیقاعدہ نہین سمجھتا، حالانکہ "قانون" سے ناواقف کو "قانون" کے اہم مسائل نہین، معمولی مسئلہ پر بھی بحث کا حق نہین دیا جاتا، اسی طرح فلسفہ یا دیگر علوم و فنون سے اجنبی بھی ایسے مباحث مین کسی قسم کے حصہ لینے کا اہل نہین شمار کیا جاسکتا، یہ حق صرف "دینی" مسائل کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے، اور اسی مین پوری طرح سے وہ آزادی استعمال کیجاتی ہے، جو دوسری جگہ ہر طرح سے ناروا ہے!

"اسلام" کا یہ اعجاز کچھ کم نہین کہ دشمنون کے کر و کید اہل باطل کے وسائس اور حیلہ گرون کی تدبیرون کے باوجود یہ قائم و استوار ہے، جابجا یہ اعداء سے اپنے لئے شہادت پیدا کرتا اور ان مین گھر کرتا جاتا ہے،

"مغرب" کے اساطین فلسفہ، سلاطین سیاست اور مدعیان عربیت و استشراق اس کے خلاف طرح طرح کے تباہ کن آلات، سموم اسلحہ، ظاہر و مخفی تیار کرکے ان کے استعمال مین ہر وقت منہمک ہین، استشراق و علوم عربیہ کی خدمت کے نام سے، تحقیق اور بے تعصبی کے پردہ مین وہ وہ کام کرلیتے ہین جسے مسیحیت کے مبلغین اپنے تمام عجیب و

غریب تدبیرون اور حیلون سے اب تک نہ کر سکے، اور نہ کر سکتے ہین،

یورپ کی مستشرقیت کا فتنہ

فتنۂ استشراق کا آج وہ اثر ہے کہ دنیا بالعموم اور مسلمان بالخصوص علم کی آخری ڈگری اسی کفرستان کے ضلالستان سے حاصل کرنا صد مایۂ ناز، وسرمایۂ فخر وامتیاز یقین کر چکے ہین، علم دنیا اور فنون نہین، علم دین، علوم عربیہ اور قوانین اسلام، غرض سب کے لئے مغرب ہی واحد مرکز اور سرچشمہ اور ہر قسم کے کمال کا معدن سمجھ لیا گیا،

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مغرب کے سیاسی تفوق کے ساتھ ساتھ علمی اور تحقیق کا تمام سرمایہ بھی اس کے واسطے مسلم ہو چکا، اس نے حقائق وفلسفہ اور تاریخ کے نام سے دنیا مین وہ کچھ پھیلا دیا ہے جو بہت کچھ تنقید اور غور کے قابل ہے، مگر شرقی دماغ اس قدر اس سے مرعوب ہو چکا ہے کہ اسی کو معراج کمال، اور انتہائے تحقیق سمجھتا ہے، اور اس کی نقل یا سرقہ کو اپنے علمی اجتہاد کی آخری منزل تصور کرتا ہے،

کیا یہ انتہائی تعجب و افسوس کا مقام نہین کہ ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی کا مایۂ ناز کارنامہ اگر شمار کیا جائے تو یہ ہوگا کہ وہ "عربی" کی اعلیٰ تعلیم کے واسطے نیز "اسلامی" علوم کے لئے کسی مغربی استاذ کا سایۂ عاطفت تلاش کرے، اگر یہ دستیاب نہ ہو سکے تو اس کا روحانی فرزند اس کے واسطے منتخب کیا جائے، گویا عرب وعجم مین ایسے مسلمان معلمین کسی طرح بھی دستیاب نہین ہو سکتے!! تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ،

زمانہ ہمیشہ یکسان نہین رہتا، آج جسے عروج ہے، کل وہی اسفل السافلین پہنچ جاتا ہے، ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمان علم وفضل کے استاد، اور قابل تقلید سمجھے جاتے تھے، اس دور مین "مغربی" بننا، اپنے آپ کو اس کے خیالات وضع وقطع، اور حرکات وسکنات مین اس سے قریب تر کرنا غایت کمال وترقی سمجھا جاتا ہے، یہی اثر ہمارے مدارس اور دیگر ادارون مین عام طور سے پایا جاتا ہے، اور اسی رنگ مین ساری قوم آہستہ آہستہ رنگی جا رہی ہے،

جامعہ ملیہ دہلی

مسلمانون نے بہت کچھ چاہا کہ کوئی ایسی تعلیم گاہ بنائی جائے جہان سے صحیح اسلامی عقائد وعلوم کیساتھ مغربی علوم وفنون اور السنہ کے فضلاء پیدا کئے جائین، ان مین مغربیت کی بیجا پرستش، اور اسکی نقل نہ ہو، مگر ایسے وقت مین کہ چارون طرف سے "تفرنج" پورے زور وشور سے حملہ آور ہو غیر ممکن سا ہو گیا ہے، جامعہ ملیہ اسلامیہ اسی ارادہ سے

قائم کیا گیا، مگر ڈر ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اسی لائن پر نہ آجائے جس پر جامعہ اسلامیہ علی گڈہ قدیم سے ہے،

رسالہ جامعہ کا نیا قالب

اراکین "جامعہ ملیہ" نے جدید ترین تجویز کے مطابق یہ طے کیا ہے کہ "رسالہ جامعہ" سال مین ان تین حصون مین شائع کیا جائے (۱) اسلامیات (۲) اجتماعیات (۳) فلسفہ وادبیات، ہر ایک حصہ کے لئے چار چار پرچے متعین کر دیئے! یہ خیال قابل قدر تھا، اگر "اسلامیات" کے ماتحت کوئی عمدہ تحقیق یا صحیح طرز عمل اختیار کیا جاتا! اس نام کے سلسلہ مین یورپ کے فاسد وزہر آلود خیالات کا ترجمہ کر کے شائع کرنا ہرگز مفید نہین، نہ ان خام وغلط مسائل کا لوگون پر پیش کرنا جن کے محررین اپنے تحیر وشبہہ سے اب تک آگے نہین بڑھے ہین، اور اگرچہ وہ ہر ایک مقام پر تحقیق وتصریح کا دعوی کرتے ہین، مگر ابھی تحقیق تک ان کی رسائی نہین ہوئی، نہ تصریح کے دعوی مین وہ واقعہ کے مطابق کسی حقیقی چیز کو پیش کر سکے ہین،

اس وقت ہمارے سامنے جنوری ۳۴ء کا پرچہ ہے، جو اس طرز جدید کا نمونہ خیال کیا جا سکتا ہے،

مضمون "اسلام ایک تاریخی عقدہ"

اس کا پہلا مضمون (عربی کے علاوہ) "اسلام ایک تاریخی عقدہ" ہے، جو کسی غیر متعصب محقق مستشرق کا لکھا ہوا ہے، یہ کوئی جدید خیال یا تحقیق نہین، کئی مرتبہ اردو کے رسالون وغیرہ مین آچکا ہے، "فلسفۂ اسلام" کے نام سے بھی "جامعہ" اسے پہلے ہی شائع کر چکا ہے، اس تحقیق انیق کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام علوم وفنون اسلامیہ، تہذیب وتمدن اسلام، سب کچھ غیرون کا رہین منت ہے، اس مین اسلام، پیغمبر اسلام علیہ السلام، خلفائے راشدین اور عرب اور مسلمانون نے کچھ نہین کیا، یہ ایرانی، یونانی، رومانی اقوام کا سراسر عطیہ و ہبہ ہے، نہ علوم قرآن، تفسیر قرأت، رسم خط، احکام وغیرہ کوئی اسلامی پیداوار ہین، نہ ادب، نہ حدیث، نہ فقہ، نہ اصول فقہ، نہ صرف ونحو، نہ رجال، نہ تاریخ،

مضمون برزخ

دوسرا مضمون "عالم برزخ از روئے قرآن کریم" ہے، یہ ہمارے قدیم دوست مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اپنی کتاب "تعلیمات قرآن" سے منتخب کیا ہے! اسی سے اصل کتاب کا صحیح اندازہ ہو سکیگا،

اس جگہ ہم نے اسی کی تنقید وتمحیص کی ہے، رسالہ مین دو ایک مضمون اور بھی ہین جن کی کوئی خاص اہمیت نہین معلوم ہوتی،

آنحضرت صلعم کی تعلیم کے بغیر "قرآن" کیونکر سمجھا جائیگا،

جس کتاب پر مسلمانوں نے قرناً بعد قرنٍ بہت کچھ محنت، غور و تدبر کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ۲۳ سال کی طویل مدت میں وحی سے حاصل کیا، سمجھا اور صحابہ کرام کو پڑھایا اور سمجھایا، لفظاً و معنیً و عملاً اس کے تعلیمات کو مکمل فرمایا، اور آپ اس کے عملی اُسوہ بنے،

غور کا مقام ہے جن لوگوں نے "قرآن" کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، حیات و ممات کے تمام حالات اس پر قربان کئے، جان و مال، تجارت و کسب سب کچھ اسکی نذر کردیئے، جن کی عزت و دولت، بضاعت و ثروت، امارت و حکومت صرف یہی "قرآن" تھا، جو اس کے پہلے معلم و حامل کے پاس پروانہ وار بیٹھتے تھے، ذرہ ذرہ پر اسکی رائے تلاش کرتے، اور طرز عمل کی پابندی کرتے تھے، ہر وقت اسکی حرکت و سکون، خلوت و جلوت کے افعال کی جستجو کرتے رہتے اور اسی کو "علم" سمجھتے تھے، اپنی عمر کا بہترین سرمایہ، بڑے سے بڑا "خزانہ" اعلیٰ سے اعلیٰ منصب اسی کو سمجھتے تھے، یہ لوگ اسے پوری طرح نہ سمجھ سکیں، نہ وہ "معلم اول" انھیں سمجھانے کے قابل ہو!!

آپ "قرآن" کے سب سے اول "معلم" تھے محض الفاظ کے ناقل نہ تھے، ایک اعلیٰ سے اعلیٰ معلم کا جو فرض ہوسکتا ہے وہ آپ کا فرض تھا، آپ نے اسے باحسن وجوہ انجام دیا، جس طرح ایک معلم ایک ہی مضمون کو متفرق طور پر بیان کرسکتا ہے، اصل کتاب کے معانی دوسرے قالب میں پیش کرنے کا ہر طرح سے حق رکھتا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ایک عجمی اور وہ بھی ہزاروں برس بعد آنے والا اسے اپنے ذہن کے مطابق پیش کرنے میں آزاد ہو، مگر "رسول" صرف الفاظ پر محدود رکھا جائے، اور اسے ذرہ بھر اس سے الگ بیان کا کوئی حق نہ دیا جائے، حالانکہ آپ کی خاص نگرانی ہوتی تھی، آپ کی خلوت و جلوت، حضر و سفر، حرب و صلح کے مسائل پر مراقبہ اور محاکمہ ہوا کرتا تھا، کوئی بات قابل گرفت نہیں چھوڑی گئی، زبان داں ہونے کی حیثیت سے آپ کا کوئی ہمسر نہیں ہوسکتا، موارد و مصادر، سیاق و سباق اور دیگر حالات کو آپ سے زیادہ کون سمجھ سکتا یا جان سکتا ہے، ایسے معلم کو اعتقادیات یا عملیات اور امور غیبیہ وغیرہ میں کسی قسم کے فیصلہ کا حق نہ دیا جائے، اس سے بڑھ کر ظلم اور حقیقت کے خلاف فیصلہ کی کوئی نظیر دنیا پیش کرسکتی ہے؟ ایک لغت کے فاضل کی رائے قبول کرلیجائے گی، مؤلف یا اس کا شاگرد خاص جو حل کرے واجب التسلیم

اور سب سے مقدم ہوگا، ہر کس و ناکس کو اجتہاد کا حق دیا جاویگا خواہ وہ پانچ نمازوں کو تین یا دو ہی کردے، خواہ چار کی جگہ دو ہی رکعت بتائے، مگر یہی حق جب رسول کے واسطے بتایا جائے تو صاف طور پر انکار کردیا جائے گا، كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا،

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا؟

صحابہ نے قرآن کس طرح لیا

تھوڑی دیر کے لئے ان شیدایان "قرآن" کے طریق معرفت اور انکا طرز تعلیم و بیان بھی ملاحظہ فرمائیے، پھر صحیح اندازہ کرسکتے ہیں کہ صحابہ کرام نے "قرآن" کسطرح لیا ہے؟ اور آپ نے انھیں کسطرح پڑھایا، اور سمجھایا؟ اس جگہ محض بطور نمونہ دریا سے ایک قطرہ لیا جاتا ہے، اس سے مزید تفصیل ہماری کتاب "احسن الحدیث" میں ہے، جو حدیث کے متعلق ہر قسم کے اشکال کا آخری جواب ہے، اور جس میں "حدیث" کی اہمیت اور اسکا حجت شرعی ہونا ہر طرح سے ثابت کیا گیا ہے، وہاں ہم نے پچاس حدیثیں بطور مثال پیش کی ہیں،

(۱) ابو عبدالرحمن سلمی کہتے ہیں صحابہ کرام کہتے تھے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی دس دس آیتیں پڑھا کرتے تھے، الفاظ کے ساتھ عمل کا طریقہ بھی سیکھتے جاتے، جب ہم قرآن کا ایک حصہ ختم کرتے الفاظ و معانی کے ساتھ اس کے طریق عمل سے بھی واقف ہوجاتے تھے، (ابن جریر طبری وغیرہ)

(۲) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کاش میں تین باتوں کی بابت تفصیلی معلومات آپ سے حاصل کرلیتا، آپ ہمیں فیصلہ کن معلومات دیتے، دادا کی میراث کا مسألہ، کلالہ اور چند مسائل ربا، (بخاری و مسلم)

(۳) یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ آیۂ قصر "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ" الآیہ میں خوف کی شرط ہے، اب امن ہوچکا، قصر کی کیا ضرورت ہے؟ کہا میں نے بھی اسی تعجب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیا تھا، آپ نے فرمایا "صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ" یہ اللہ کا فضل و صدقہ ہے، تم اسے قبول کرو (بخاری و مسلم) یہاں سے یہ بتایا کہ خوف کی شرط اتفاقی ہے، اسے احترازی قید نہ خیال کرو، جیسے "لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ" وغیرہ،

(۴) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہین خدا کی قسم "قرآن" کی کوئی سورت ایسی نہین جس کے متعلق مجھے یہ علم نہ ہو کہ کہان اتری؟ اور کس کے متعلق اتری؟ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن کا علم ہے اور سواری وہان تک پہنچ سکے تو یقیناً مین اس کے پاس جاکر علم قرآن حاصل کرون، تمام صحابہ اس سے بخوبی واقف ہین، کہ مین سب سے "قرآن" کی بابت زیادہ واقف ہون، حالانکہ مین سب سے بہتر نہین ہون، (بخاری و مسلم)

(۵) کعب بن عجرہؓ کہتے ہین کیا مین تمھین ایک تحفہ نہ دون؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے کہا "سلام" کا طریقہ ہمین "التحیات" مین معلوم ہو چکا، اب "صلوٰۃ" کی تعلیم فرمایئے، آپ نے درود شریف سکھایا، (بخاری و مسلم) یہ آیت صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی عملی تفسیر ہے!

(۶) ابن عباسؓ کہتے ہین مجھ مین اور حُر بن قیس بن حصن فزاری مین یہ بحث ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام جس کے پاس گئے تھے وہ خضر ہین یا اور کوئی؟ اس اثنا مین حضرت ابی بن کعبؓ گذرے، مین نے ان سے دریافت کیا کہ ہم مین یہ بحث ہوئی ہے، آپ نے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو تو فرمایئے! انھون نے "سورہ کہف" کے اس حصہ کی وہ مفصل تفسیر بیان کی جو آپ نے فرمائی تھی، اور اس شخص کا نام خضر بتایا (بخاری و مسلم)

(۷) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہین، ایک روز آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ "قرآن" کی کونسی آیت بڑی ہے؟ مین نے کہا اللہ و رسول خوب جانتے ہین، پھر آپ نے یہی سوال دہرایا، مین نے جواب مین آیۃ الکرسی بتائی، آپ نے میرے سینہ پر دست مبارک مار کر فرمایا "تمھین علم مبارک ہو"۔ (مسلم)

(۸) ابن عباسؓ کہتے ہین مجھے عرصہ سے یہ شوق تھا کہ حضرت عمرؓ سے ان عورتون کے نام اور قصہ دریافت کرون جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آپسمین اتفاق کر لیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا "اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا" چنانچہ جب حضرت عمرؓ حج کے واسطے نکلے مین بھی ساتھ تھا، ایک روز وہ قضائے حاجت کے لئے باہر گئے، مجھے پانی لے کر بلایا، مین نے وضو کرانا شروع کیا، اس وقت موقع پاکر مین نے یہ سوال پیش کیا، انھون نے پورا قصہ بیان کیا، اور کہا یہ حفصہؓ اور عائشہؓ تھین، (بخاری و مسلم)

اس قسم کی روایات سے صحابہ کرام کا علمی شغف، قرآن کے مشکلات پر عبور، اس کے طریق عمل کی معرفت، علمی قوت، اور اس کے واسطے سفر کی خواہش، کیا یہ تمام امور نہیں معلوم ہوتے؟ احکام و مسائل الگ رہے، نامون کی جستجو، ان کی بابت خاص تحقیق و بحث، کیا ان کے انتہائی استغراق، اور اعلیٰ علمی مذاق کا پتہ نہین دیتے؟

قرآن فہمی کے موجودہ مدعیون کا طرزِ عمل،

اسی کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے جو لوگ ان تحقیقات سے استفادہ کرنے کی جگہ بالقصد ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہین، اور انھین عقد و عداوت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور پوری سعی کرتے ہین کہ کسی طرح یہ سب "قرآن" کے خلاف بنا دیا جائے، وہ کس حد تک کامیاب ہو سکتے ہین؟ اور اسی جذبۂ عناد کی وجہ سے فہم قرآن سے یہ کس قدر دور چلے جاتے ہین، بہترین علمی سرمایہ، اور قرنون کی محنت و سعی کو یہ محض اپنے خیال کی بنا پر اڑا دینے کی فکر مین ہوتے ہین، اور اس طرح "لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ" کی صریح مخالفت پر تیار ہو جاتے ہین، یقین و بیان کے سامنے ظن و خرص کو ترجیح دیتے ہین اور بالآخر یہ "قرآن" کی کسی بات کو بھی صحیح طور پر ثابت نہین کر سکتے نہ ہی اُسے سمجھ سکتے ہین! مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ، وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

(۱) "برزخ کی تحقیق"

لفظ برزخ

عالم برزخ کے متعلق اصل بحث کو لفظ "برزخ" کی تحقیق سے شروع کیا گیا ہے، مولوی اسلم صاحب لکھتے ہین:

"برزخ" غالباً فارسی لفظ "پردہ" سے معرب کیا گیا ہے جس کے معنی آڑ کے ہین"۔ ع ۵

"برزخ" کے متعلق درحقیقت یہ تمام بحث نرالی ہے، اسی لئے اسے فارسی سے معرب بتایا گیا، عام قاعدہ کے مطابق اگر "پردہ" کی تعریب کیجائے تو "فردج" یا "فرذج" ہونی چاہئے، مگر یہان ہر ایک بات بے قاعدہ ہے اسلئے پردہ سے برزخ بن گیا ہو تو کیا تعجب ہے؟

یہ طے شدہ امر ہے کہ جس زبان مین کسی معنی کے لئے لفظ نہ ہو تو وہ دوسری زبان سے لانے کی فکر کریگی، عربی مین آڑ اور پردہ کے لئے "حجاب" اور "ستر" وغیرہ متعدد الفاظ موجود ہین، لہذا اوسے کیا ضرورت ہوئی؟ کہ "پردہ" کی تعریب کرے!

قرآن نے "برزخ" کو دو چیزون مین فصل، حد فاصل، اور موت و حشر کے درمیان جو مدت ہے اس کے لئے مستعمل کیا ہے، کسی طرح سے یہ لفظ فارسی الاصل نہین، ممکن ہے عبری یا سریانی ہو، مگر بلا کسی حجت کے اسے "پردہ" سے معرب بنا دینا عجیب اجتہاد ہے؛ ہمین معربات کی کتابون مین اسکا پتہ نہین لگا، نہ اس سے قبل کسی نے اسے فارسی لفظ سے معرب بتایا ہے، گو ممکن ہے کہ آجکل کے مستشرقین کی یہی تحقیق ہو،

برزخ کے متعلق خلاصۂ دعویٰ

اصل بحث شروع کرنے سے قبل "عالم برزخ" کا پورا خاکہ صاحب مضمون کا بیان کردہ پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ آیندہ مباحث کے سمجھنے مین اس سے پوری مدد مل سکے تمام مباحث کے یکجا ہوجانے سے دعویٰ کے متفرق اجزا سے پوری واقفیت ہوجائے گی، یہان ہم نے فقط مولوی اسلم صاحب کے الفاظ مین ان تمام متفرقات کو یکجا کر دیا ہے؛

(۱) برزخ موت سے حشر تک ہے (۲) اس درمیان مین مردے اپنے رب کی حضوری سے آڑ مین رکھے جاتے ہین، (۳) یہ عالم برزخ مطلق عالم ممات ہے، جس مین کسی قسم کے حیات کا شائبہ نہین ہے، (۴) تمام مردے شہدا کے علاوہ برزخ مین ہین، وہ نہ جانتے ہین، نہ سنتے ہین، نہ دیکھتے ہین، نہ خبر رکھتے ہین، (۵) اوران کے اوپر زمانہ بھی نہین گذرتا، یعنی جو مراوہ قیامت کے دن جب اٹھایا جائے گا تو اپنے خیال مین اسی ساعت اور اسی لمحہ مین ہوگا، جس مین اسکی جان نکلی تھی، (۶) قرآن کے رد سے زندگی اور موت دو ہی دو ہین، دنیاوی زندگی سے پہلی حالت موت سے تعبیر کیگئی ہے، اس کے بعد یہ زندگی ملی، پھر اس کے بعد موت آئے گی، پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی، جس کے لئے موت نہین ہے، (۷) روح عالم امر سے ہے جسکا بہت کم علم دیا گیا ہے، (۸) روح کی حیات کا ثبوت قرآن سے نہین ملتا، بلکہ اس کے خلاف ثبوت ملتا ہے، (۹) مرنے کے بعد مردون کا علم اللہ کے نوشتہ مین ہے، نیکون کا اندراج علیین مین ہوتا ہے، اور بدون کا سجین مین (۱۰) شہدا برزخ مین نہین رکھے گئے، بلکہ وہ عنداللہ یعنی اپنے رب کی حضوری مین ہین، جہان ان کو روزی ملتی ہے، وہ جان نکلنے کے ساتھ ہی اس برزخ کو ایک دم پار کرجاتے ہین، (۱۱) الغرض قرآن کے رد سے سوائے شہیدون کے عالم برزخ مین کسی کو زندگی حاصل نہین، نہ زندگی کا کوئی اثر، نہ علم، نہ سمع، نہ بصر، نہ شعور، نہ احساس نہ خبر اور نہ کسی قسم کا زمانہ (۱۲) اس لئے قرآن کے روسے عالم برزخ مین عذاب یا ثواب کا خیال بھی نہین کیا جاسکتا، ہرچند کہ موتین انفرادی ہوتی ہین اور حشر اجتماعی ہوگا، مگر چونکہ برزخ غیر زمانی ہے، اس لئے ہر شخص کی موت اور حشر کی سرحدین بالکل ملی ہوئی ہین (۱۳) قرآن مین جابجا موت کے ساتھ بھی عذاب یا ثواب کا بیان جو آیا ہے وہ حقیقت مین قیامت کے دن کا عذاب یا ثواب ہے، کیونکہ موت اور قیامت مین فصل زمانی نہین ہے، لیکن چونکہ اکثر لوگون کی نظر اس نکتہ پر نہ تھی اس لئے انھون نے اس عذاب و ثواب کو موت کے بعد یعنی برزخ ہی کا قرار دیدیا، حاصل یہ ہے کہ "قرآن" کی جن جن آیتون سے عذاب یا ثواب برزخ کے ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے، ان سے قطعاً اس کا ثبوت نہین ملتا۔"

۲ - اس کلام مین تناقض،

سب سے قبل ہم اس کلام مین تناقض دکھاتے ہین، شہیدون کی بابت ایک جگہ نمبر (۱۰) مین یہ لکھا ہے "وہ برزخ مین نہین ہین، اسے پار کر گئے ہین، اور ثواب پاتے ہین"؛ دوسری جگہ نمبر (۱۱) مین ہے "سوائے شہیدون کے عالم برزخ مین کسی کو زندگی نہین"؛ تیسری جگہ نمبر (۱۲) مین ہے "عالم برزخ مین عذاب یا ثواب کا خیال بھی نہین کیا جاسکتا"، اسی طرح نمبر (۱۳) مین ہے کہ "قرآن کی جن جن آیتون سے عذاب یا ثواب برزخ کے ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے، ان سے قطعاً اس کا ثبوت نہین ملتا"،

ظاہر ہے کہین شہیدون کو برزخ پار کر دیا، کہین برزخ مین زندہ اور ثواب پانے والے بتا دیا، یہ صریح تناقض ہے، اس کے علاوہ اسی سے "حیات برزخ" کا ثبوت ملتا ہے، جسکا انکار اس مضمون کی روح رواں ہے، گویا اپنی عمارت خود منہدم کئے جاتے ہین، اور نہین خیال کرتے،

اس تناقض کے علاوہ اصل مسئلہ مین جو اشکال ہے اس کے حل کرنے کی کوئی فکر نہین کیگئی، حالانکہ اسکی سخت ضرورت تھی، بغیر اس اشکال کے حل کئے کوئی دعوی مدلل اور قابلِ سماع نہین ہوسکتا،

ایک اشکال

وہ اشکال یہ ہے کہ "عالم برزخ" موت سے حشر تک ہے، اگر "شہدا" اس مین ہین تو "عذاب و ثواب برزخ"

کا ثبوت ہو چکا، یہ یقینی امر ہے کہ جس جگہ ثواب کا احساس ہو وہاں عذاب کا احساس ممکن ہے، اور اسکا وقوع کتاب و سنت کے دلائل سے آیندہ آیگا، یہان سے محض امکان و وقوع ثابت ہے، اگر "شہدا" برزخ پار کر چکے تو کیا انکی قیامت آچکی؛ حشر و نشر کے واردات ان پر واقع ہو چکے؟ ان کے اجساد مین روحین ڈال دیگئین؛ یہ یقینی و قطعی ہے کہ وہ اس دنیا سے چل بسے، اب یا برزخ مین ہونگے یا اسے پار کر کے حشر و نشر سے گذر کر "جنت" مین چلے گئے، ان کے اجساد مین روحین پڑگئین، یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ کبھی برزخ مین رہین، کبھی اسے بلا دلیل پار کرادیے جائین؛

دوسرا اشکال

اس اشکال کے بعد دوسرے ایک اشکال پر بھی نظر کرنے کی سخت ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ "شہدا" کی حیات تسلیم کرلینے کے بعد خواہ وہ "برزخ" مین ہو، یا اس کے سوا، غور طلب امر یہ ہے کہ تمام اموات کے جو احکام مین یعنی علم نہ ہونا، نہ دیکھنا، نہ سننا، نہ حرکت کرنا، نہ کسی قسم کا شعور و احساس وغیرہ کیا یہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہین، اور یہ سب احساسات رکھتے ہین، یا نہین؟

افسوس اس موضوع کو بالکل چھوڑ دیا گیا، حالانکہ اسکی اہمیت اور اس کے بہت سے مشکلات کا حل یقینی ہے

معبودان باطل بت ہین

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن آیات مین اپنے ماسوا "اولیا، شفعار اور وسیلہ و زلفی" کی نفی کی ہے، وہان ان سب کے واسطے بلا کسی استثنار "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ" فرمایا ہے، خود مولوی صاحب نے بھی اسے یون لکھا ہے، "چنانچہ انبیار، اور اولیار جن کو مشرکین پوجتے ہین اور ان کو اللہ کے یہان اپنا سفارشی سمجھتے ہین، ان کی نسبت قرآن مین ہے:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا	اور جنکو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہین وہ کوئی چیز پیدا نہین
يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ، اَمْوَاتٌ	کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہین، وہ مردہ ہین زندہ نہین
غَيْرُ اَحْيَاءٍ، وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۲۱/۱۶	ہین اور (اتنی بھی) خبر نہین رکھتے کہ کب اٹھائے جائینگے

یعنی پہلی چیز جس کی ان کو خبر ہونی چاہئے وہ یہ ہوسکتی تھی کہ ہم قبر سے کب نکالے جائین گے؛ مگر اس سے بھی بے خبر ہین، پھر اور کسی چیز کی ان کو کیا خبر ہوسکتی ہے؟" ص۵۵،

پہلے ہم بطور جملہ معترضہ اس آیت کے متعلق دو غلطیان بتاکر اصل بحث پر عود کرتے ہین،

ایک یہ کہ "قرآن" کے ترجمہ مین بلا ضرورت کوئی لفظ یا الفاظ کا اضافہ ایک قسم کی تحریف ہوگی، اس جگہ "اتنی بھی" کی کوئی ضرورت نہین، اور سیاق و طرز کلام سے اس پر کوئی شہادت نہین؛

معبودان باطل کی بے علمی کا سبب موت نہیں،

دوم یہ ایک قسم کا دھوکہ اور مغالطہ ہوگا کہ ان کے اس عدم شعور کو محض موت پر متفرع سمجھا جائے یا اسے سب سے معمولی بات خیال کیا جائے جسکا علم انھین سب سے پہلے ہونا چاہئے تھا، یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ عالم حیات مین بھی اس کا شعور نہ رکھتے تھے، یا کسے بجز اللہ کے اس کا علم و شعور ہے، یہ تو ایک عظیم الشان معاملہ ہے انھین کل کی خبر نہ تھی، اپنی موت کے وقت و مقام سے واقف نہ تھے، نہ یہ بالیقین بتاسکتے تھے کہ کل وہ کیا کرینگے؛ پس یہ تمام باتین حیات مین ان کے شعور سے بالاتر تھین، بعد از ممات کیونکر آسکتی ہین؟

اصل بحث یہ ہے کہ ان "اولیار" مین زیادہ تر "شہدار" ہی ہین، جن سے دعائین، نذرین اور عبادت کے دیگر اطوار مثل سجدہ و اعتکاف قبر وغیرہ کرتے ہین، چادرین، پھول اور ہر طرح کے چڑھاوے چڑھاتے ہین، بال وہان اتارتے ہین، چونکہ "شہدار" زندہ ہیں، یہ ان اولیار کو "شہدار" سمجھکر یہ سب کام کرتے ہین، اور جانتے ہین کہ یہ سنتے ہین، اور ہر قسم کی مدد کرتے ہین، پس کیا اس "قرآن" کے عام حکم مین وہ "شہدار" بھی شامل ہیں اور "اموات غیر احیار" ہیں؛ یا ان عوام کے خیال کے مطابق زندہ ہین، اور "احیاء غیر اموات" ہین؟

اگر انھین "احیار" مان لیا جائے تو زندون کے تمام اوصاف ان مین پائے جاتے ہین، یا نہین؟ مثلاً حرکت، سمع و بصر، احساس و شعور وغیرہ؛ اگر یہ سب موجود ہین تو مشرکین کا دعویٰ صحیح ہوا، اور یہ آیت کوئی مفید نہ ہوئی، اگر اس کا انکار کیا جائے تو ان کو "احیار" سمجھنا اور مستثنیٰ سمجھنا لغو ہوجاتا ہے؛

اس اشکال کا جواب بغور ملاحظہ فرمایئے؛

"قرآن" نے جو احکام و نصوص اللہ کے علاوہ تمام معبودون کے واسطے فرمائے ہین، وہ سب عام ہین، مثلاً وہ سب مخلوق ہین، کسی قسم کی پیدائش کی طاقت نہین رکھتے، عاجز و بے بس ہین، ان مین کوئی قدرت نہین

اموات ہین، حیات اور حیات کے تمام احساسات سے خالی ہین، اس مین نیک اور بد سب برابر ہین، اور یہ اپنی حقیقت پر مبنی ہین، ان مین استثنار یا مجاز کو کچھ دخل نہین، اگر کوئی چیز قابل استثنار ہوسکتی تھی تو خود "قرآن" نے اس کا بیان فرمادیا ہے، چنانچہ جس مقام پر معبودات باطلہ کو "حَصَبُ جَهَنَّمَ" فرمایا یعنی دوزخ کا ایندھن تبایا، وہان "صالحین" کا استثنا کرکے تبادیا کہ یہ لوگ صرف اس حکم سے مستثنیٰ ہین،

پس تمام وہ اشیار یا اشخاص جنکی اللہ کے سوا پرستش کیجاتی ہے شجر یا حجر جن وملائکہ یا انبیار واولیار وشہدار سب بلا استثنار مخلوق ہین، خالق نہین، عاجز وبے بس ہین، مستطیع وقادر نہین، نہ مخلوقات پر اور نہ اپنی جانون پر کسی قسم کے تصرف کا حق رکھتے ہین، "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ" ہیں، اسی طرح "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" اور "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" اور "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" کے ماتحت تمام نفوس "انبیار، وشہدار، جن وملائکہ سب میت وفانی وہالک ہین"

اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابۂ کرام کو جن مین شہدار بھی تھے بلا کسی استثنار یہ فرمایا:-

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ، اس میں کوئی شک نہیں کہ تو اور یہ سب مرنے والے ہیں،

موت کی حقیقت لہذا ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کے سمجھنے سے پہلے "موت" کو اچھی طرح سے سمجھ لیا جائے، اس کے بعد شہدار کی حیات کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائیگا،

بدن سے "روح کا جدا ہونا "موت" کہلاتا ہے، یہ بالمعنی الاعم ہے، اسی کے لحاظ سے نیند کو "موت" کہتے ہین! عربی شاعر کہتا ہے:

نموت ونحیا کل یوم ولیلۃ	ولا بُدّ یومًا ان نموت ولا نحیا
ہم ہر یک شب وروز مرتے اور زندہ ہوا کرتے ہیں	ایک دن ایسا بھی یقیناً آنے والا ہے کہ مرکر پھر زندہ نہ ہونگے

حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شب کو بستر پر لیٹتے تو داہنی کروٹ پر لیٹتے اور فرماتے "باسمك اللهم اموت واحیا" اے خدا! تیرے ہی نام پر مین مرتا ہون اور جیتا ہون" بیدار ہوتے وقت فرماتے "الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور" تمام تعریفین اسی ذات کے لئے ہین جس نے

ہین مار کر جلایا، اور اسی کی طرف زندہ ہوکر لوٹنا ہے "قرآن" نے بھی نیند کو وفات کہا، وهو الذی یتوفاکم باللیل!

خاص معنی کے اعتبار سے "روح" کا بدن سے مستقل طور پر انفصال "موت" ہے اگر یہ مرض یا دیگر عوارض غیر بشری سے ہو، اگر انسان کے پیدا کردہ اسباب سے ہو وہ "قتل" کہلائیگا، غرض "روح" کا انفصال موت ہے، مگر بالواسطہ انفصال کے لئے موت بالقتل وغیرہ کہتے ہین، اور اختصاراً قتل بھی کہتے ہین!

شہدار بھی میت ہین "شہدار کی" ارواح "اجساد سے منفصل ہوچکین، اسلئے وہ فی الحقیقت" اموات غیر احیار ہین" ان پر "کلّ نفس ذائقۃ الموت" وغیرہ کے عام احکام برابر صادق آتے ہین، اس مین ذرہ بھر استثنار کی ضرورت نہین، بالیقین عالم موت ان پر طاری ہوا، اموات کے تمام احکام باستثنار غسل ونماز جنازہ (جس کے متعلق فقہار مین کچھ اختلاف ہے) ان پر ایک میت کی طرح جاری ہوتے ہین، سماع، بصر، حرکت وشعور وغیرہ سے مثل دوسرے اموات کے یہ بھی خالی ہوتے ہین، انھین عام میت کی طرح کفن دینگے، دفن کرینگے، ان کی عورتین عدت گذار کر نکاح کرسکینگی، ان کا مال بطور میراث تقسیم ہوگا، ان کی اولاد یتیم کہلائے گی، غرض قتل بھی نتیجہ وغایت مین "موت" بالمعنی الاخص ہے،

شہدار کو مردہ کیون نہ کہین اس حقیقت حال کے بعد یہ سوال واقع ہوگا کہ جب شہدار درحقیقت اموات غیر احیار ہین! ان پر تمام احکام اموات کے جاری ہوتے ہین، تو ہمین "اموات" کہنے یا اس کا گمان کرنے کی کیون ممانعت فرمائی؟ یہ ایک قسم کا تناقض ہوگا کہ مردہ ہین، اور مردہ نہین، یا مردہ نہ کہو!

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک شرعی احترام واعزاز ہے جو فی سبیل اللہ جان دینے والون کے لئے مخصوص کیا گیا چونکہ وہ اپنی جانین اصلی اور اعلیٰ غرض پر برضا ورغبت قربان کرچکے، اس لحاظ سے وہ اپنی زندگی اعلیٰ ترین کامیابی کی صورت مین گذار چکے، ایسے عظیم الشان خدمت انجام دینے والے اگرچہ "موت" حاصل کرچکے، مگر انھین عام لوگون کی طرح مردہ سمجھنا انتہا درجہ کی ناقدری اور توہین ہوگی، یہ معمولی خطاب کے لائق نہین، یہ ابدالآباد کی زندگی حاصل کرچکے، اپنے رب کے نزدیک یہ اعلیٰ زندگی کے مستحق ہوچکے، ان کی روحانی زندگی برزخ مین اعلیٰ قسم کی ہے، یہ لذت

سے متمتع اور رزق سے مستفید ہوتے ہیں، مگر یہ ان کی حیات دنیاوی نہیں، کیونکہ جسد سے روح الگ کر دی گئی، اس دار فانی کے تمام احساسات ان سے ختم ہو چکے، اخروی حیات بھی نہیں ہے، اس لئے کہ ابھی قیامت قائم نہیں ہوئی، حشر ونشر کا سلسلہ جاری نہیں ہوا، یہ "روحانی" اور "عالم برزخ" کی حیات ہے، جس کے واسطے فرمایا "بل احیاء عند ربھم" کہیں فرمایا "ولکن لا تشعرون" تمہارے شعور وادراک سے یہ حیات بالاتر ہے، کہیں فرمایا "یرزقون" انھیں رزق بھی ملتا ہے، !

ظاہر ہے کہ انھیں اسی طرح قبر کے سپرد کیا جاتا ہے، جیسے دوسروں کو، کیا یہ دنیا میں آمدورفت کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں، کسی قسم کے نفع ونقصان، سوال وجواب کی ان میں کوئی قدرت ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، جو کچھ وہ خاکی جسد میں "روح" ہوتے ہوئے کر سکتے تھے اس سے بھی اب عاجز ہیں،

حاصل یہ ہے کہ "شہداء" کے واسطے بطور اعزاز اس لفظ کے استعمال کو ممنوع فرمایا، انھیں روحانی حیات میں خاص مرتبہ عطا کیا، نہ یہ کہ وہ ایسی حیات رکھتے ہیں جس میں قوئی پوری طرح کام کرتے ہیں، اور ان کا احساس دنیاوی حیات کا سا ہو !

اس جگہ معون وحی، منبع شرع وحکم، معلم القرآن، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بھی نقل کرتے ہیں، بغور ملاحظہ فرمائیے،

عن مسروق قال سألنا عبد اللہ	مسروق کہتے ہیں ہم نے ابن مسعود سے اس آیت کے معنی
عن ھذہ الآیة "ولا تحسبن الذین	دریافت کئے "ولا تحسبن الذین قتلوا الآیہ" یعنی جو
قتلوا فی سبیل اللہ امواتا، بل احیاء	لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انھیں مرے نہ خیال کرو
عند ربھم یرزقون، فقال اما انا	وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں، ابن
قد سألنا عن ذالک، فقال ارواحھم	مسعود بولے آگاہ ہو: ہم نے بھی اسکی بابت دریافت کیا تھا
فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقة	آپ نے فرمایا "شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں

بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت،	عرش سے معلق قندیلوں میں رہتی ہیں، جنت میں جہاں
ثم تاوی الی تلک القنادیل، فاطلع الیھم	چاہتی ہیں پھرتی چرتی ہیں، پھر انھیں قندیلوں میں آکر
ربک اطلاعة، فقال تشتھون شیئا،	بسیرا کرتی ہیں، تیرے رب نے انھیں جھانک کر فرمایا
قالوا ای شیء نشتھی ونحن نسرح من الجنة	تمھاری کوئی خواہش ہے؟" وہ بولے اب ہماری کیا
حیث شئنا، ففعل ذلک بھم ثلث مرات	خواہش ہو سکتی ہے؛ جہاں کہیں جنت میں ہم چاہیں
فلما راوا انھم لن یترکوا من ان یسألوا،	چر پھر سکتے ہیں"، اسی طرح تین بار دریافت فرمایا، جب
قالوا یارب نرید ان ترد ارواحنا فی	یہ شہداء سمجھ گئے کہ ہم سے یہ سوال ہوتا رہیگا، سب نے
اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرة	بیک زبان کہا "ہماری یہ آرزو ہے کہ پھر سے ہماری
اخری، فلما رأی ان لیس لھم حاجة	روحیں اپنے بدنوں میں چلی جائیں اور از سر نو زندہ
ترکوا، (مسلم)	ہو کر پھر دوبارہ تیری راہ میں قتل ہوں، جب ان کی کوئی
	خواہش نہ رہی انھیں چھوڑ دیا،

یہ ہے ان کی حیات برزخ اور وہاں کے ثواب کا ثبوت، اگر دنیاوی زندگی ملی ہوتی یا ان کی ارواح اپنے اجساد میں ہوتیں تو اسکی تمنا فضول تھی!

سبز پرند کی صورت میں ارواح کا ہونا بتا رہا ہے کہ "جسد عنصری" سے الگ ان کی حیات ہوتی ہے، دنیا میں اسکی مثال برق اور تار سے بہتر نہیں مل سکتی، یہی حیات دممات کے تمام ادوار کے لئے کارآمد ہو سکتی ہے، بٹن دبا دینے سے بجلی آجاتی ہے، اور اسی سے فوراً چلی جاتی ہے، بجلی بند ہو جانے کے یہ معنی ہیں کہ کسی جگہ جمع ہو گئی ہے، مگر فنا نہیں ہو گئی! "ارواح" انسانی کا احساس "جسد" سے الگ کچھ نہ کچھ ہوتا ہے، اور "رزق" وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ایک گونہ احساس ضرور ہے، مگر ناقص ہے، اسی لئے اعلیٰ کی تمنا کی، "خواب" میں روح کی سیر ہر ایک جانتا ہے، لیکن اس وقت بھی ناتمام احساس اور کچھ دھندلی سی کیفیت نظر آتی ہے، رنج وخوشی، انبساط وتقبض کا پتہ ہر ایک شخص دیگا،

حقیقت نیند کے بعد معلوم ہوسکتی ہے، اور یہ آثار بالعموم غائب ہوجاتے ہین!

علمائے امت نے عذاب "برزخ" کے واسطے اسی آیت سے استدلال کیا ہے، یہ قیاس محض نہین بلکہ اس کے لئے نصوص بھی آئین گے!

ایک آیت کا غلط ترجمہ کرنا

یہان ایک "علمی نکتہ" بیان کرنے کے بعد تیسری بحث شروع کرینگے؛

"اموات" کے متعلق، عدم سماع، عدم بصر، شعور واحساس نہ ہونا بتاتے ہوئے "عدم علم" کے ذیل مین مولوی صاحب یہ آیت لکھتے ہین:-

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ، (۱۰/۱۵)	اور وہ اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہین، جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکتے ہین، نہ نفع، اور کہتے ہین کہ یہ لوگ خدا کے یہان ہمارے سفارشی ہین، کہہ دے کہ کیا تم اللہ کو ان لوگون کے ذریعہ سے خبر پہنچاتے ہو، جن کو آسمان و زمین مین کسی شے کا علم نہین!

پھر اس پر حسب ذیل اضافہ کرتے ہین،

"یہان اس غلطی کا اظہار کردینا ضروری ہے جو "قرآن" کے عام مفسرین اور مترجمین نے اس آیت کے متعلق کی ہے، یعنی یہ کہ انھون نے بجائے معبودان غیر اللہ کے لاعلمی کی نسبت خود اللہ کی طرف کی ہے، اور ذرہ نہین شرمائے ہین، چنانچہ اردو کے بہترین اور مستند مترجم شاہ عبد القادر صاحب اپنے ترجمہ قرآن مین لکھتے ہین، "اور پوجتے ہین اللہ سے نیچے جو چیز نہ برا کرے ان کا اور نہ بھلا اور کہتے ہین کہ یہ ہمارے سفارشی ہین اللہ کے پاس، تو کہہ کہ تم اللہ کو جتاتے ہو جو اس کو معلوم نہین کہین آسمانون مین نہ زمین مین" حالانکہ قرآن نے تصریح کردی ہے کہ جن چیزون کو وہ پوجتے ہین، ان کو اللہ جانتا ہے،

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ، (۲۹/۴)	اللہ کے سوا جس شے کو بھی پکارتے ہین، اللہ اس کو جانتا ہے،

ہم دل سے چاہتے ہین کہ اس مضمار علم اور میدان جدال مین مولوی صاحب کوئی سبقت حاصل کرین، اور کسی قسم کے معقول و مدلل مسئلہ مین غلبہ پائین، مگر یہ دوسرون کے پچھاڑنے کے ہم ت سے خود ہی پچھڑ جاتے ہین، اس کا کیا علاج ہے، کاش وہ پہلے اپنی قوت علمی کا صحیح اندازہ کرکے کسی کے مقابلے مین اترنے کی فکر کرتے!

كناطح صخرة يوما ليفلقها ۔۔۔ فلم يضرها واوهى قرنه الوعل

عربیت کی خامی اور لوگون کی غلطی پکڑنے کے شوق نے یہ جرأت پیدا کی، مگر ابھی اس میدان مین شہسوار موجود ہین، علم کے حاملین سے دنیا خالی نہین ہوچکی، اللہ کی حجت قیامت تک قائم رہیگی، اور گو اس کے قائم کرنے والے تھوڑے ہی کیون نہ ہون، مگر رہین گے،

رُدّا على اقربها الأقاصيا

ان لها بالمشرفي حاديا ۔۔۔ ذكرتني الطعن وكنت ناسيا

پہلی غلطی اس مقام پر مولوی صاحب نے ب کو بمعنی واسطہ و ذریعہ لے کر کی، حالانکہ یہ بائے تعدیہ ہے، اور دوسری فاحش غلطی یہ کی کہ "لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ" کے یہ معنی کئے "جن کو آسمان و زمین کی کسی شے کا علم نہین" "کسی شے" کا لفظ "قرآن" مین نہین ہے، اس کے واسطے "ما" یا "شیئا" کی ضرورت تھی، گویا صحیح عبارت اس ترجمہ کے مطابق یون ہوتی، "لا يعلم ما في السموات ولا ما في الارض" یا "لا يعلم في السموات ولا في الارض شيئا" حالانکہ مسلمانون کے قرآن مین اسکا کوئی وجود نہین،

"یعلم" کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، اسے "ما" کی طرف لوٹاتے ہین، اس اعتبار سے صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ "کیا تم اللہ کو ان لوگون کی خبر دیتے ہو جو نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین جانتے ہین" یہ کس قدر بے لطف اور فصاحت و اعجاز قرآن سے خارج کلام ہوگا،

اب اصل شبہہ ملاحظہ فرمایئے جس کی بنا پر یہ سارا زور صرف ہوا، مولوی صاحب نے یہ خیال کر لیا کہ ان

تمام مفسرین اور مترجمین نے اللہ کو بے علم بتایا، حالانکہ ایسا قبیح خیال کسی طرح ذہن میں نہ آنا چاہیے،

یہ سخن شناسی نہ معلوم مولوی صاحب نے کب سے اپنے واسطے مخصوص کرلی ہے، ممکن ہے جماعت اہل قرآن کی قیادت کا کچھ تصور ہو، مگر اس کے واسطے کچھ اور بھی آلات اجتہاد درکار ہیں؛

کیا یہ حقیقت نہیں کہ جس چیز کو وہ اللہ کے سوا سفارشی یا "اولیاء" وغیرہ بناتے ہیں، یہ ان کا تراشا ہوا اور نام رکھا ہوا ہے، اللہ کے یہاں سے اس کی کوئی سند اور حجت ان کے پاس نہیں، قرآن نے جابجا اسے "افک" افترا اور بناوٹ بتایا ہے: اِنْ هِيَ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ" غرض جب یہ ماسوی اللہ معبود بے اصل، بے حقیقت اور افک محض ہیں تو یہ کہنا کیوں قابل اعتراض ہوگا کہ "تم خدا کے علم میں ایسی چیز لانا چاہتے ہو جسے وہ آسمان و زمین میں مطلق نہیں جانتا" یا تم اپنی اس عبادت کے ذریعہ بزعم خود "اللہ کو ایسی باتیں بتاتے ہو جو اسکے علم میں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں ہے"؛ اس میں کونسی قباحت لازم آتی ہے جو باعث شرم ہو! یہ انتہا درجہ کا مبالغہ اور ان مشرکین کے جہل کا اظہار ہے، یہ خدا کو تعلیم دینا چاہتے ہیں، اور ایسی چیز اس کے علم میں لانا چاہتے ہیں جو وہ کسی طرح نہیں جانتا،

غور کیجئے کیا اللہ کے علم میں اس کا شریک ہے؟ کیا اللہ کے علم میں "شفعاء" و "اولیاء" جنھیں مشرکین مانتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں، موجود ہیں؟ یعنی درحقیقت یہ اشیاء خارج میں موجود اور اس وصف کی مستحق ہیں؟ کیا اسکی اولاد اور رشتہ دار ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ سب دراصل منفی اور بے حقیقت الفاظ ہیں اور اس کے علم سے سب سے پہلے خارج ہیں،

جس آیت سے مغالطہ دیا گیا ہے کہ "اللہ ان معبودات باطلہ کو جانتا ہے" اس سے علم لازم آتا ہے، یہ طرز بیان سے غفلت کرنے کا نتیجہ ہے، کیا خدا ان کے معبود بحق ہونے کا علم رکھتا ہے؟ یا یہ کہ وہ کسی طرح عبادت کے لائق نہیں؟ دونوں قسم کے علم میں بین فرق ہے، ایک کی نفی دوسرے کی نفی یا اثبات کی مستلزم نہیں، پس یہ بالکل ایسا ہے کہ زید کہے "میری کمپنی میں جسے تم شریک بتاتے ہو مجھے اس کا خوب علم ہے" اور ساتھ ہی یہ کہے "میری کمپنی میں کوئی شریک نہیں، یہ صرف میری ذاتی ہے"؛ جب اس سے کہا جائے لوگ فلاں فلاں کو شریک بتاتے ہیں، وہ کہے "خواہ مخواہ ایسے لوگوں

کا نام لیتے ہیں جنھیں میں جانتا بھی نہیں نہ ان سے میرے کبھی تعلقات ہوئے" تو کسی طرح ان دونوں کلاموں میں تعارض نہیں ہوگا

قرآن نے جابجا مشرکین کے شرک کا ذکر فرمایا ہے، اور ایک جگہ یہ فرمایا "وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ" ان لوگوں کے لئے ہمارے دیئے ہوئے میں سے حصے بناتے ہیں، جنھیں یہ جانتے بھی نہیں" کیوں؟ اسلئے کہ ان کی حقیقت سے یہ کب واقف ہیں، بہت سے معبود ایسے ہونگے کہ ان سے سینکڑوں برس پہلے گذرے، ان کے صحیح حالات سے لوگ بے خبر ہونگے، بہت سے معبود محض حسن ظن اور توہم پرستی کے عناصر ہونگے، ممکن ہے پتھر اور قبر کے نشان ظاہری کے علاوہ بطن میں کوئی حقیقت ہی نہ ہو، یہاں بھی عدم علم خاص حیثیت کے اعتبار سے ہے،

آیت "اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ" کے تین معنی ہو سکتے ہیں: ایک "ما" موصولہ ہو، یعنی اللہ ان معبودات باطلہ کو خوب جانتا ہے کہ وہ کسی قسم کی عبادت کے قابل نہیں، ان میں کوئی حیثیت معبود ہونے کی نہیں ہوسکتی، نہ یہ کہ وہ ان کے معبود بالحق ہونے کا اقرار کرتا ہے یا علم رکھتا ہے،

دوسرے معنی میں "ما" مصدریہ لیا جائے یعنی اللہ خوب جانتا ہے ان کے اس پکارنے کو جو وہ اس کے سوا دوسروں کو پکارا کرتے ہیں،

تیسرے معنی میں "ما" نافیہ لیا جائے، یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ کسی چیز کو بھی اس کے سوا نہیں پکارتے یعنی ان کا پکارنا لغو اور فضول ہے، وہ کسی طرح پکارنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، ان کی پکار اور جنھیں یہ پکارتے ہیں، لاشئی محض اور باطل ہے،

ان آخری دونوں معنوں کی صورت میں آیت سے یہ استدلال صحیح نہیں، اور پہلے معنے کے لحاظ سے بھی یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ ان معبودات کو قابل عبادت، اپنا شریک سمجھتا ہے، اسے اسکا اقرار ہے! پس دونوں آیتیں اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح اور ایک سے دوسری پر ایراد غلط ہوگیا،

یہ علوم بیان میں تہکم کہلاتا ہے کہ مخاطب کو ہر طرح سے قائل و عاجز کردیا جائے، بظاہر ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس سے شان کی کمی یا بڑائی یا کسی قسم کا غلط شبہہ پیدا ہو، مگر دراصل اس سے بجائے کمی بڑائی، اور بڑائی کی جگہ

ذلت وخواری مقصود ہو،

پس اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ علمائے مفسرین اور فضلائے مترجمین نے جو ترجمہ اور تفسیر کی ہے وہی صحیح اور درست ہے، اسی کے لئے عربیت و فصاحت "قرآن" شہادت دیتے ہین، مولوی صاحب کے خیال کی نہ عربیت سے تائید ہوتی ہے، نہ الفاظ قرآن سے، نہ فصاحت وبلاغت سے، بلکہ اس سے الفاظ قرآن مین اضافہ کی ضرورت بلاوجہ پیدا ہوتی ہے، جو کسی طرح صحیح نہین!

۳- عالم برزخ کیا ہے؟

اب ہم تیسری بحث پر آپہنچے، یہ عالم برزخ" کی حقیقت ہے، مولوی صاحب لکھتے ہین، "عالم برزخ موت سے حشر تک ہے، مردے اس درمیان مین اپنے رب کی حضوری سے آڑ مین رکھے جاتے ہین" قرآن" کے نزدیک عالم برزخ مطلق عالم ممات ہے، جس مین کسی قسم کی حیات کا شائبہ نہین ہے" ص۵۵

مدعی کے تین دعوے | اس جگہ تین دعوے کئے گئے ہین!

ایک یہ کہ "عالم برزخ موت سے حشر تک ہے" یہ نہایت صحیح اور قرآن کے مطابق ہے! دوسرے "مردے اس درمیان مین رب کی حضوری سے آڑ مین رکھے جاتے ہین" یہ محض دعوی ہے، اس کے واسطے کوئی دلیل اور شہادت نہین ملتی' سوم "عالم برزخ مطلق عالم ممات ہے"،

برزخ مین رب کی حضوری سے آڑ نہین، | "برزخ" حد فاصل آڑ یا فصل ہے، مگر "رب کی حضوری سے آڑ" نہ قرآن کے الفاظ سے نہ لغت سے، نہ اور کسی جگہ سے،

حیات دنیا ایک چیز، حیات آخرت ایک، اس کے درمیان موت سے حشر تک "برزخ" ہے، مگر اسے خدا کی حضوری اور عدم حضوری سے کوئی خاص تعلق بنانا محل نظر ہے،

اگر یہ کہا جائے چونکہ "شہدار" کے متعلق "احیاء عند ربھم" ہے، اس سے ہم نے یہ مفہوم لیا کہ دوسرون کے واسطے برزخ اس حضوری سے آڑ ہوگی، اور وہ بھی رب کی حضوری کیونکہ "عند ربھم" کا لفظ اس کی صراحت کر رہا ہے،

جواب یہ ہے کہ یہ عجلت ہے، دعویٰ اور دلیل مین کوئی مطابقت نہین! دعوی یہ ہے کہ "برزخ رب کی حضوری سے آڑ ہے"، اور دلیل یہ ہے کہ "شہدار کے لیے برزخ مین رب کی حضوری ہے" یہ ایک خاص حکم ہے، اس سے عام کے لئے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے، اس کی تلاش وجستجو ہونی چاہئے، کہ اورون کے واسطے کیا احکام ہین؟ زیادہ سے زیادہ اسے مفہوم مخالف کہین گے مگر مفہوم مخالف کوئی حجت نہین، خصوصًا جہان اور صراحت ملے، اس آیہ سے جو چیز سمجھی جاسکتی ہے وہ یہ کہ "شہدار" کے لئے اپنے رب کے یہان حیات ہے، مگر اس سے نہ دوسرون کی حیات کی نفی ہوتی ہے، نہ رب کی حضوری کی ہی نفی ہوتی ہے،

اگر کوئی کہے "زید" ہمارا معزز آدمی ہے اور مقرب بھی ہے" تو اس سے بکر وعمر وغیرہ کا غیر معزز یا غیر مقرب ہونا کسی طرح لازم نہین آتا، کلام مین اس سے سکوت ہے، ممکن ہے دوسرے ذریعہ سے یہ بھی معزز ومقرب ثابت ہون یا نہ ہون، مگر اس کلام سے ان کے واسطے کسی قسم کا استدلال قبل از وقت اور غلط ہوگا،

ہم بھی "برزخ" کو حد فاصل تسلیم کئے لیتے ہین، مگر یہ کیونکر تسلیم کرلین کہ یہ رب کی حضوری سے آڑ ہے، ممکن ہے جنت یا دوزخ سے آڑ ہو، حشر وقیامت سے آڑ ہو، دنیا کی زندگی اور اس کے خرخشون سے آڑ ہو، یہان کے لوگون سے میل جول سے آڑ ہو، اس قسم کی بیشمار آڑین ہوسکتی ہین، کسی ایک کی تخصیص بلامخصص کیسے قبول کرلیجائے؟

اب ہم بتائے دیتے ہین کہ تمام مردے بلا استثنا، رب کی حضوری مین جاتے ہین، لہٰذا یہ دعویٰ غلط ہوگا کہ "رب کی حضوری سے آڑ مین ہین" دیکھئے موت کے بعد ہی فرمایا "اِلیٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ" اس روز تیرے رب کے حضور مین چلنا ہے"

اس سے ثابت ہوا کہ تمام مردے رب کی حضوری کے لئے جاتے ہین، نہ آڑ مین رکھے جاتے ہین، البتہ اسکے درجے الگ الگ ہونگے، ایک مجرم وچور کی طرح پیش ہوگا، دوسرا باعزت وشریف کی طرح، پھر ان مین بھی بعض بعض سے بڑھ چڑھ کر ہونگے، آیت

اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ   وہ لوگ کہ اپنی رب کی ملاقات کا گمان رکھتے ہین،

وَاِنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، اور کہ وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہین!

بھی اسکی ایک قسم کی تائید کرتی ہے، اس کی مفصل کیفیت "سکرات الموت" مین آئے گی، یہان اتنا تسلیم کرنا چاہئے کہ "موت" کے بعد "روح" عالم بالا کی طرف اٹھائی جاتی ہے، اور یہی اسکا رب کی طرف جانا، اور اس سے ملاقات کے لئے پیش ہونا ہے،

"موت سے حشر تک عالم برزخ" قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے،

وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ان مرنے والون کے آگے روز حشر تک برزخ ہے،

اب غور طلب دو امر ہین،

ایک یہ کہ "برزخ" تمام مرنے والون کے لئے بلا استثناء ہے یا اس مین کسی استثناء کی کوئی صورت ممکن ہے؛

دوم یہ کہ برزخ کی حقیقت کیا ہے؟ یہان ممات محض ہے، یا حیات؛

مولوی صاحب نے صرف "شہداء" کی بابت متضاد خیال پیش کرکے ایک قسم کے استثناء کی صفت پیدا کی ہے، مگر یہ اس قدر الجھا ہوا غیر منقح خیال ہے کہ اس کا بیان ہی اس کی غلطی کے لئے کافی ہے، کبھی انھین برزخ پار کردیتے ہین، کبھی برزخ مین زندہ اور ثواب پانے والے بتاتے ہین،

چند تنقیحات | پس اس جگہ امور ذیل قابل تنقیح ہونگے،

اولاً برزخ مین کیا چیز جاتی ہے، ارواح یا اور کچھ؟ ان کے واسطے یہان حیات ہے یا ممات؟

ثانیاً برزخ سے استثناء ممکن ہے؟ اس کی کیا صفت ہوگی؟

"موت" کے بیان مین ہم لکھ آئے ہین کہ "روح" کا جسد سے انفصال موت ہے، "برزخ" مین صرف روحین جائینگی، اور کچھ نہین، ان کی حیات وممات پر نمبرسات مین مفصل بحث آئے گی، یہان اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ برزخ مین "ارواح" جاتی ہین،

برزخ سے کوئی مستثنیٰ نہیں، | "برزخ" سے استثناء کی کوئی صورت کتاب وسنت مین نہین، کیونکہ "موت" سے

حشر تک یہ ہوتا ہے، اور تمام مردے روز قیامت نفخ صور کے بعد زندہ ہونگے، یعنی ان کی ارواح اجساد مین عود کرینگی، اس سے قبل اجساد الگ اور ارواح الگ ہین، ہم اوپر لکھ چکے کہ اب تک "شہداء" پر حشر ونشر حساب وکتاب غرض کچھ نہین آیا، اور ان کے واسطے الگ روز قیامت نہین ہے، سب کے ساتھ ساتھ ہے، نہ اُن کے اجساد مین روحین ڈالی گئین نہ ان کے واسطے دنیاوی حیات کا دعویٰ ہوسکتا ہے، نہ اخروی، صرف "عالم برزخ" کی حیات کا دعویٰ صحیح ہے

۴- عالم برزخ زمانی ہے،

برزخ غیر زمانی نہین | یہان سے ہم چوتھی بحث شروع کرتے ہیں، یہ خیال کہ "عالم برزخ" غیر زمانی ہے ایک مغالطہ ہے، زیادہ قابل وقعت نہین، اور وہ بھی اس بناء پر کہ بظاہر اموات اس کا انکار کرینگے، یا اسے بہت ہی کم بتائین گے، مولوی صاحب لکھتے ہین "اموات عالم برزخ مین ہین، نہ جانتے ہین، نہ سنتے ہین نہ دیکھتے ہین، نہ خبر رکھتے ہین، اور ان کے اوپر زمانہ بھی نہین گذرتا، یعنی جو مرا وہ قیامت کے دن جب اٹھایا جائے گا، تو اپنے خیال مین اسی ساعت اور اسی لمحہ مین ہوگا، جس مین اسکی جان نکلی تھی" منہ

یہ ایک عظیم الشان مغالطہ ہے جو نصوص "قرآن" کے صراحتہً خلاف ہے، کسی چیز کا احساس یا علم نہ ہونا اسکے وجود یا عدم کے لئے کسی طرح حجت نہین ہوسکتا، وجود شئی اور اس کے احساس وشعور مین کوئی لازمہ نہین ہے، جس کی بناء پر اثباتاً ونفیاً کوئی فیصلہ ضروری ہوسکے؛ اس عام اصول کے ماتحت یہ دعویٰ بے حقیقت ہوجاتا ہے کہ مُردون کو برزخ کی مدت کا احساس نہ ہوگا، اس لئے کوئی مدت ہی نہ ہوگی"

مدعی کی دلیل کی غلطی | اسی طرح یہان ایک دوسرا مغالطہ بھی ہے، حشر کے روز کفار اپنی برزخی یا دنیاوی حیات کو حقیر وکمتر بتائین گے، اور کسی طرح کے اسقام وآلام کا ذکر نہ کرینگے، اس سے ان سب کی بھی نفی سمجھنا صحیح طرز استدلال سے بے خبری ہے، کیونکہ جس طرح وہ برزخ کے آلام وایذار اور راحت سے غفلت ظاہر کرینگے یا اعراض کرینگے، بعینہ دنیا کی زندگی کے امور سے بھی ایسی غفلت کرینگے، نہ اس سے دنیاوی آلام وراحت کی نفی ہوسکتی ہے نہ برزخ کی،

احساس زمانہ مین غلطیان | ہم روزمرہ اس کا تجربہ کرتے رہتے ہین کہ جو شخص چند گھنٹون کے لئے سوتا ہے اُسے

وقت کا مطلق احساس نہین ہوتا، اور وہ ہرگز نہین بتا سکتا کہ مین کس قدر مدت سویا ہون، جب تک اسے کسی دوسرے ذریعہ سے صحیح طور پر معلوم نہ ہو، بعض آدمی دو دو دن، بعض ہفتون مہینون اور برسون سوتے رہتے ہین، اور انھین بون بین ضعف و نقاہت کے علاوہ وقت کا کوئی صحیح پتہ یا احساس نہین ہوتا، واقعہ الگ چیز ہے، اور اس کے متعلق احساس و شعور بالکل الگ، دونون مین خلط مبحث کرنا صحیح غور و تدبر کرنے والون کا کام نہین،

دنیا مین آئے دن سینکڑون واقعات رونما ہوتے ہین، بلکہ ایک ہی مجلس اور مختصر مجلس مین چند آدمیون کے روبرو متفرق قسم کے واقعات پیش ہوتے ہین، ان کے احساس و شعور مین ان کے جزئیات کے احاطہ و استقصا مین کس طرح سب یکسان نہین ہوتے نہ ہو سکتے ہین،

نیند اگرچہ خاص معنی کے اعتبار سے موت نہین، مگر درحقیقت اسکی قریبی رشتہ دار ہے، اس مین انسان کے حواس کس قدر معطل ہو جاتے ہین، اور وہ بہت سے امور سے خالی ہو جاتا ہے، خود بحالت خواب جو کچھ دیکھتا ہے وہ بھی ایک نقش غیر واضح کی طرح ہوتا ہے، تو "موت" کے مابعد تعطل حواس کس درجہ ہوگا،

مدت زمانہ سے نسیان

علاوہ ازین غور فرمایئے بڑے بڑے ذکی الحواس، حاضر الذہن سلیم الطبع اپنے بہت سے ذاتی واقعات بھول جاتے ہین، غلطی اور جھوٹ سے نہین، سہو و نسیان سے ایک سچے واقعہ کا وہ انکار کر دیتے ہین، مگر اس سے "واقعہ" کا اپنی جگہ پر صحیح ہونا باطل نہین ہو جاتا، ایسے امور ہمیشہ ہر ایک کے روبرو بکثرت پیش ہوتے رہتے ہین، مثال کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز مین بھول کر چار کی جگہ پانچ پڑھا دینا اور کبھی دو ہی پڑھ کر سلام پھیرنا مذکور ہے، اس کی بابت بعض کا قوی احساس، بعض کا نیم احساس، بعض کا سکوت، آپ کا صاف انکار، پھر لوگون کی تصدیق پر سجدۂ سہو وغیرہ کرنا، ایک اعلیٰ شہادت ہے، اس سے احساس کی کمی اور شواغل و موانع کی وجہ سے بعض چیزون سے غافل و بے خبر ہو جانا خوب واضح ہوتا ہے، یہ معمولی آدمیون کا کام نہین اعلیٰ سے اعلیٰ دماغ و عقل والون سے ایسا ہو جاتا ہے، اور کمال زندگی مین تو پھر "برزخ" کی روحانی زندگی کا احساس نہ ہونا یا اس کا ذکر نہ کرنا کوئی تعجب خیز امر نہین، اور وقت کا احساس تو معمولی زندگی کے کامون مین نہین ہوتا، نیند

ہی اس سے زیادہ غفلت ہوتی ہے، انفصال روح کے وقت نہ معلوم کس قدر بعد ہوگا، پس اس سے عدم شئی پر کوئی حجت نہین قائم ہو سکیگی،

زمانہ کا ثبوت

"برزخ" کے غیر زمانی ہونے پر جو آیتین بطور حجت پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے، ان کی حقیقت اسی اوپر کے بیان سے خوب واضح ہو چکی، تاہم ان آیتون سے "وقت" کا ثبوت بہم پہنچتا ہے، نفی گویا یہ بھی "زمانہ" کی تائید کرتی ہین، ملاحظہ ہو،

۱- يَاوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۳۶ — ہائے ہماری شامت! کس نے ہمکو ہماری خوابگاہ سے اٹھا دیا،

"گویا حشر کے وقت وہ اپنے آپ کو اپنی خوابگاہ ہی مین سمجھ رہا ہے، جہان مرض الموت مین موت کی نیند سویا تھا،"

ایسا سمجھنے سے واقعہ کا ایسا ہی ہونا کیونکر لازم آجائیگا، ممکن ہے اسے خوابگاہ سے میدان یا قبرستان مین لے گئے ہون، بہت ممکن ہے مرگھٹ مین جلایا ہو یا اور کہین رکھا ہو، کیا یہ ممکن نہین کہ وہ ایسے وحشتناک عالم مین اپنے احساسات فراموش کر جائے یا ان کی طرف کسی وجہ سے خاص توجہ نہ دے سکے، دنیا مین بے سر و سامانی اور پریشانی کے وقت انسان ہوش و حواس گم کر دیتا ہے، اور جو کچھ کہنے کے لئے چاہتا ہے اس کی جگہ اور کچھ کہہ جاتا ہے، اس مین بڑے بڑے ہوشیار بھی معمولی کے برابر ہو جاتے ہین،

۲- وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۴۵ — اور جس دن اللہ ان کو اٹھائیگا (وہ خیال کرین) کہ گویا وہ دن کی صرف ایک گھڑی رہے ہین اور آپس مین ایک دوسرے کو پہچانتے ہونگے،

۳- كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ۳۵/۴۶ — جس دن وہ اس (حشر) کو دیکھینگے جسکا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، (وہ خیال کرینگے) کہ بس دن کی ایک گھڑی رہے ہین،

ان دونون آیتون سے موت اور حشر کی میعاد کے واسطے استدلال غلط ہے، یہان دنیا کی زندگی

کا اس طرح خیال کرنا مذکور ہے، مقصود یہ ہے کہ حشر کے روز انھین دنیا کی زندگی ایک ساعت نظر آئے گی، یہ اور بھی قابل تعجب امر ہوگا، اگر اس سے "برزخ" کا عدم زمانی ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے، جس طرح دنیا کی زندگی کا غیر زمانی ہونا غلط اور سفسطہ ہے بعینہٖ برزخ کا حال بھی سمجھنا چاہئے، دیکھئے دوسری جگہ اسکی صراحت موجود ہے،

كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ، قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْاَلِ الْعَآدِّيْنَ ۲۳/۱۱۲

تم زمین مین کتنے سال رہے ہو، وہ کہین گے کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا، سو اسے شمار کرنے والون سے دریافت کر،

۴۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ، كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ، وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ، فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، ۳۰/۵۶

اور جسدن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائین گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہین رہے، اسی طرح وہ بھٹکائے جاتے تھے، اور جن کو علم وایمان دیا گیا ہے وہ کہین گے کہ تم اللہ کے نوشتہ مین حشر تک رہے، سو یہ حشر کا دن ہے مگر تم اس کو جانتے نہ تھے،

مدعی کا بیان ہے،

"یہان پر ایک بات سمجھ لینی ضروری ہے وہ یہ کہ قرآن کریم مین دو لفظ مستعمل ہوئے ہین، ایک لبث فی کتاب اللہ جو مذکورہ بالا آیت میں ہے، اس سے مراد قیام برزخ کی مدت ہے، اسی مدت کی بابت لوگ دن کی ایک گھڑی کا گمان کرینگے، لیکن یہ گمان بھی محض تبدیلی حالت کی وجہ سے ہوگا، ورنہ حقیقت مین وہ ایک گھڑی بلکہ ایک لمحہ بھی نہین ہے، کیونکہ جب احساس نہین تو زمانہ کیسا؟ دوسرے لبث فی الارض، جس سے مراد روئے زمین پر رہنے یعنی دنیاوی زندگی کی مدت ہے" (ص ۷۱)

لبث فی الارض اور لبث فی الکتاب

یہ تمام بحث لاحاصل اور لغو ہے، کیونکہ نتیجہ کے لحاظ سے "لبث فی الارض" زمین مین رہنا، اور "لبث فی الکتاب" برزخ کا قیام یکسان ہے، جس طرح وہ برزخ کو ایک دن یا اس سے بھی کم کہین گے،

دنیا کی زندگی کو بھی ایسا ہی خیال کرینگے، دوسری جگہ قیامت کی بابت فرمایا "كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا، جس روز وہ قیامت کو دیکھین گے (یہ کہیں گے کہ) ایک سہ پہر تک یا چاشت تک وہ کل ٹھہرے تھے" دیکھئے یہ بعض یوم کی تفسیر ہے، حیات دنیا اور عالم برزخ دونون کے واسطے ایسا ہی کہینگے، اگر یہ کہنا الگ بات ہے، اور واقعہ الگ، اسی واسطے چوتھی آیت مین صاف فرمایا "تم اللہ کے نوشتہ مین حشر تک رہے" یعنی تم پر ایک طویل مدت گذری، مگر تم اس کا صحیح اندازہ نہین کرتے،

اگر زمانہ کی یہ تعریف کیجائے کہ "انسان کے احساس مین جو وقت آئے وہ زمانہ ہے" تو بلاشک وشبہہ بہت سے "اوقات" خواہ وہ کتنے ہی طویل ہون اس اعتبار سے "زمانہ" نہ کہلائینگے، لیکن یہ ایک اعتباری چیز ہوگی، اسے حقیقت سے کوئی واسطہ نہ رہیگا، نہ اس سے حقیقت مین کسی قسم کی تبدیلی پیدا ہوجائیگی،

اس بحث کی تحقیق

اسی بحث کو ہم تحقیق کی روشنی مین پیش کرکے یہ ثابت کرتے ہین کہ مدت دراز گذری ہوگی، مگر جس طرح انسان دنیا کی زندگی کو ایک دن یا اس سے کم بتائے گا، یا بعض دس دن کہینگے، بعینہٖ یہی کیفیت برزخ کی ہوگی بلکہ اس مین نسبتہً احساس کی کمی کے باعث جو کچھ کہین وہ قابل اعتراض نہین، دیکھئے ہفتون سونے والا اپنی نیند سے بیدار ہوکر ہرگز یہ نہین کہتا کہ مین اس قدر مدت سوتا رہا، میت کو اس کا احساس نہ ہونا کیا عجیب ہے: بغور ملاحظہ فرمایئے،

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ، قَالَ كَمْ لَبِثْتَ، قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ،

سو اللہ نے اسے سو برس تک مار کر پھر زندہ کیا، فرمایا "تو کتنی مدت رہا" وہ بولا "ایک دن یا اس سے بھی کم" فرمایا "نہیں تو سو برس تک رہا ہے"

اصحاب کہف جو صدیون تک رہے تھے، ان کا خیال بھی اسی طرح ظاہر فرمایا،

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ،

وہ بولے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے ہین،

ظاہر ہے کہ قرنون کو اس جگہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ بتایا گیا، اور پورے ایک قرن کو ایسا ہی بتایا، یہ

انسانی احساس کی خامی ہے، جب اس "دنیا" مین یہ کیفیت ہے تو "برزخ" کا کیا کہنا، جہان احساس کی کمی بدرجہا بان سے زیادہ ہوگی، اور جہان محض "روح" کی حیات ہوگی،

برزخ زمانی ہے

الغرض اس تمام بحث سے یہ دعویٰ باطل اور بے اصل ہوگیا کہ "برزخ" غیرزمانی ہے، بلکہ ایک آنی شے ہے، "موت اور حشر مین کوئی فاصلہ نہین" جسے نص قرآن "لبثتم فی کتاب اللہ الی یوم البعث" باطل کر رہا ہے، اور تمام شواہد فطرت اس کے بطلان پر بالتواتر شہادت دیتے ہین، کسی کا یا سب کا یہ کہنا کہ "ہم ایک گھڑی یا ایک دن ٹھہرے" اس سے زمانہ کی نفی نہین ہوتی بلکہ فی الجملہ اثبات ہوتا ہے، اور جب دنیا کی زندگی کو جس مین راحت و آلام کے برابر تمام حالات ان کے اوپر گذرے، اسی طرح کہنے مین تامل نہ کرین گے، سو برس تک مر کر جو اٹھایا گیا وہ اس مدت کو ایک دن یا اس سے کم بتانے مین تامل نہین کرتا اصحاب کہف اپنی نیند کی مدت جو قرنون تھی اسی طرح بتانے مین ذرا تامل نہین کرتے جو سو رہے تھے، تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ باوجود متفرق زمانہ گذرنے اور قسم قسم کے آلام و راحت کے واقع ہونے کے یہ لوگ اپنے احساس مین اس درجہ ناقص ہین، اور یہ حیات دنیاوی کا قصہ ہے، پس "برزخ" جو موت ہے اور اس مین "روح" کے سوا جسد کو کسی قسم کے احساس سے عموماً کوئی تعلق نہین رہتا، اس کا پورا احساس یا اسکی مدت کا معین نہ ہونا کوئی تعجب خیز امر نہین، بلکہ اگر صحیح تعین کرسکتے تو قابل تعجب ہوتا، پس "زمانہ" ضرور گذرا، اور طویل گذرا جو کہ اہل علم و ایمان کا اقرار ہے، مگر اس کا پورا یا کم احساس ہر ایک کو نہین ہوا، اور نہ ہوسکتا ہے، اس سے زمانہ کی نفی کسی طرح نہین ہوسکتی، ورنہ "دنیا" مین بھی کوئی زمانہ نہ گذرا ہو، مرنے والے پر سو برس بھی نہ گذرے ہون، اصحاب کہف پر قرنون نہ گذرے ہون، یہ صحیح استدلال و بحث کا طریقہ نہین کہ ایک چیز پہلے فرض کرلیجائے اور اس کے پیچھے بلا غور و تدبر انسان چلے اس طریق استدلال سے تمام حقائق باطل ہوجائینگے، اور معاملات کہان سے کہان پہنچ جائینگے،

۵- "سکرات الموت عالم برزخ مین پہلا قدم ہے"

یہان سے ہم پانچوین بحث کا افتتاح کرتے ہین، اور اگرچہ ایسی اہم بحث کو جسے "قرآن" نے متعدد مقام پر خاص طور پر ذکر فرمایا "قرآن" کی تصریحات کے مدعی پس پشت ڈال گئے، مگر یہی وہ پہلا مرحلہ ہے جس سے عذاب و ثواب کا

اصلی احساس میت کو ہوجاتا ہے، اور یہی جگہ ہے وہ اپنے انجام کو معلوم کرلیتا ہے، یہ علم "عین الیقین" کی صورت مین ہوتا ہے کہ اس کے بعد کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہین ہوتی،

سکرات موت

سکرات الموت یا غمرات الموت وہ عالم ہے کہ ہر ایک شخص اس وقت نہایت بے بسی اور بے کسی سے اس دار فانی کو چھوڑ کر دوسرے عالم مین جاتا ہے، ایسے وقت تمام اہل و اقارب، مال و اسباب، ساز و سامان، شان و شوکت، دولت و حشمت، جاہ و جلال کو بری طرح منہ موڑ کر چھوڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے، کوئی یار و غمگسار اور مددگار نہین ہوتا، یہی وہ وقت ہے کہ بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا رب العزت کے فرمان کے سامنے طوعاً و کرہاً سر تسلیم خم کردیتا ہے، اسی مرحلہ سے ہر انسان کو شر و خیر، اسلام و کفر کی حقیقت روز روشن کی طرح معلوم ہوجاتی ہے، یہی "یقین" کہلاتا ہے، اس کیفیت کو انسان اپنے احباب یا اقارب سے کسی طرح نہین بیان کرسکتا، کیونکہ حقیقت یکے بس اور اختیار سے خارج اور عالم اضطراری کی ہے، اس وقت وہ ایک بڑے مقدمہ والے کی طرح ہوتا ہے جسے پولیس سمن دکھا کر فوراً گرفتار کرلیتی ہے، اور کسی قسم کے عذر یا تیاری کی مطلق مہلت نہین دیتی،

ہم اس مقام پر چند آیتین لکھتے ہین، ورنہ "قرآن" مین اسکا ذکر بہت جگہ ہے،

۱- فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ،	سو کیا ہوگا، جبکہ فرشتے ان کی روحین قبض کرینگے چہرون اور پیٹھون کو مارتے ہوئے،
۲- اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ، قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ، قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ، الآیہ	بیشک جنھین فرشتے ظلم کی حالت مین قبض کرتے ہین، ان سے کہتے ہین تم کس حال مین تھے وہ کہتے ہین ہم زمین مین بے بس تھے،
۳- حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ،	یہان تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے روحین قبض کرنے آتے ہین کہتے ہین تم جنھین اللہ کے سوا پکارتے تھے کہان ہین؟

۴- حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْاٰنَ، — یہان تک کہ جب اس پر عالم موت طاری ہو اس وقت کہے کہ "اب مین توبہ کرتا ہون"،

۵- حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ — یہان تک کہ جب اس (فرعون) پر غرق آگیا بولا "مین بھی صرف اسی خدائے واحد پر ایمان لایا، جس پر بنو اسرائیل ایمان رکھتے ہین اور مین بھی مسلمانون سے ہون"،

۶- حَتّٰى اِذَا جَاءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّىْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ، — یہانتک کہ جب ان کے پاس موت آتی ہے تو کہتے ہین "اے رب مجھے پھر سے دنیا مین لوٹا دے تاکہ مین اس گذشتہ زندگی مین نیکی کرون"، ہرگز نہین، یہ ایک بات ہے جسے وہ زبان سے کہیگا اور ان کے آگے قیامت تک برزخ ہے،

ان آیات اور انھین کے مثل دیگر آیات سے جو "سکرات الموت" کی بابت وارد ہین، امور ذیل بخوبی ثابت ہوتے ہین،

۱- مجرمین کی ارواح نہایت ذلت اور عذاب کی حالت مین قبض کیجاتی ہین،

۲- اسی وقت ان سے سوال وجواب ہوتا ہے،

۳- ان کے تمام اعوان وانصار، حیل وعذر گم ہوجاتے ہین، اور حقیقت حال عیان ہوجاتی ہے،

۴- ایسے وقت سب عام طور پر توبہ کرنے لگتے ہین، اور اپنی دنیاوی زندگی پر بے حد افسوس ورنج کرتے ہین، واپسی کی خواہش بالحاح وزاری کرتے ہین،

۵- فرعون اور بڑے بڑے ائمۂ کفر وضلال کلمۂ اخلاص پڑھتے ہین اور اپنی جان کو مسلمانون مین

نثار کرنے کے واسطے تیار ہوجاتے ہین، مگر یہ ایسا وقت ہے کہ دنیا سے سلسلہ ختم ہوچکا اور برزخ مین قدم رکھا گیا، ایسے موقع پر کوئی عمل بھی مفید نہین جو اس سے قبل نہ ہوچکا ہو، یہ اسلام بیکار اور دعوی منہ پر مار دیا گیا،

۶- آیہ نمبر (۶) نے عالم موت کے ساتھ ہی "برزخ" کا ذکر فرمایا، اور عالم موت مین میت کی واپسی کی آرزو صاف طور پر ظاہر فرمائی،

بہت ممکن ہے بعض آیتون کی تاویل کرکے انھین روز قیامت کے لئے بنایا جائے، مگر ایسی صاف وصریح آیات کو "قیامت" پر محمول کرنا تمام الفاظ، سیاق وطرز کلام کو فنا کرنا، اور تحریف کے ہم معنی ہوگا، پھر جگہ جگہ "الفاظ" پوری مزاحمت کرینگے، اور کوئی چارۂ کار نہ ہوگا،

سکرات موت کا نقشہ احادیث مین

اسی موقع پر سکرات الموت اور قبض روح کی وہ کیفیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، مختصراً لکھی جاتی ہے، اس سے کتاب وسنت کی مطابقت واضح ہوجائیگی، اور غور کرنے والے کو صحیح طور پر معلوم ہوجائیگا کہ "معلم قرآن" حامل وحی رحمان نے قرآن کیسے سمجھا اور سمجھایا، اور کہانتک ان کی نظر اس پر تھی، فرماتے ہین،

"میت کا وقت آجاتا ہے تو اس کے پاس روح قبض کرنے کے لئے ملائکہ رحمت وعذاب آتے ہین، نیک اور مومن کے واسطے خوشخبری اور رب کی خوشنودی کا پیغام، عمدہ ومعطر لباس لاتے ہین، اسے سلام لیکر رب العزت کے قرب وجوار اور ملاقات کی دعوت دیتے ہین، وہ فوراً قالب عنصری سے نکل کر ان کے ساتھ ہوجاتی ہے، اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ انسان کے لئے اس سے بہتر واعلیٰ کوئی خوشی کا موقع نہ ہوگا، اسی وقت وہ دنیا کے تمام جھگڑون سے راحت پاتا ہے، "لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ" اور "تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا" مین اس کی طرف اشارہ ہے، یہ اس کی روح کو لیکر ملأ اعلیٰ مین جاتے ہین، جہان جہان سے اس کی گذر ہوتی ہے، تعریف وسلام سے اس کی خاطر کیجاتی ہے اور اعزاز واحترام کے ساتھ آسمانون کے دروازے کھلتے جاتے ہین، یہانتک کہ رب کے حضور مین پہنچکر اس کے مکالمہ سے سرفرازی ہوتی ہے، وہان سے اس پر خوشنودی و پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے اور عرش کے قریب "علیین" مین رکھنے کا حکم ہوتا ہے، جنت و دوزخ دکھائی جاتی ہے، اور کبھی

کبھی سیر کرائی جاتی ہے،

بدکار و مشرکین کے واسطے عذاب کے فرشتے بدترین عذاب و بدبو کے لباس لیکر پہنچتے ہین، اسے بڑی تکلیف سے نکالتے ہین، یہ نابکار بدن مین چور کی طرح چھپتی پھرتی ہے، بالآخر نہایت ذلت آمیز طریقہ سے مار پیٹ کر نکال لیجاتے ہین، اس کی بدبو سے فضا مکدر ہو جاتی ہے اور جہان سے یہ گذرتی ہے لعنت و نفرت کا اظہار اس پر ہوتا ہے، تا آنکہ پہلے آسمان تک پہنچکر اس کے دروازے کھلواتے ہین، وہان سے انکار ہو جاتا ہے "لاتفتح لھم ابواب السمآء" کے مطابق ان کے واسطے دروازے نہین کھلتے، اطلاع پر حکم ہوتا ہے کہ اسے رب کی جناب مین نہین پہنچا سکتے، وہان سے پھینکدیجاتی ہے، پھر اسے "سجین" جو اسفل السافلین اور جہنم کا نمونہ ہے وہان مقید کرنے کا حکم ہوتا ہے،

اس کے بعد "روح" کا قبر سے تعلق و عدم تعلق، منکر و نکیر کا سوال و جواب، ایسے امور غیب ہین، جو "نبی" کے سوا کسی کے بیان سے ثابت نہیں ہو سکتے، انبیاء سے جو صحیح طور پر ملے اسے قبول کرنا چاہئے، ورنہ ناقابل اعتبار ہے، اس کے متعلق مزید بحث آیندہ بھی آئیگی، یہان یہی کافی ہے، نسأل اللہ العصمۃ والسلامۃ منہ، وان یجعلنا من عبادہ الصالحین، انہ سمیع قریب، وھو حسبی ونعم الوکیل،

۶- "عالم ارواح یا عالم مثال"

یہان سے چھٹی بحث شروع ہوتی ہے، اگرچہ اس کی بابت "عالم برزخ" کے مضمون مین مدعی مذکور نے کچھ نہین لکھا، مگر ہم چاہتے ہین کہ "برزخ" کے متعلق جو کچھ بیان کتاب و سنت مین ہے سب جمع کر دین، تاکہ "ارواح" کے متعلق صحیح معلومات کا پورا ذخیرہ یکجا ہو جائے،

وجود ارواح قبل اجسام

"عالم سکرات" کے بعد یہ ایک سوال قدرۃً پیدا ہو جاتا ہے، کیا روح بدن کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور موت کے وقت فنا ہو جاتی ہے، یا یہ بدن سے قبل تھی، اور باقی رہے گی، "بقاء و فناء روح" اور موت کے بعد اس کا مقام آیندہ ساتوین، آٹھوین بحث مین آئیگا، اس لئے یہان صرف وجود "روح" قبل از اجسام کا ذکر کیا جاتا ہے،

"قرآن" نے جہان انسان کے متعلق ہر قسم کے معلومات دیئے ہین، اس کے متفرق حالات پر مفصل بحث کر کے اس کی ابتداء و انتہاء بتائی ہے، اور اس کے ذیل جابجا نصیحت آمیز بیان پیش کیا ہے، "الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر" کے مطابق اسی کا بیان صحیح اور قابل اعتبار ہوگا،

جس طرح انسان کی موت و حشر کے درمیان "برزخ" ہے بعینہ حیات دنیا اور اس کے قبل کی ممات کے درمیان بھی ایک برزخی کیفیت ثابت ہوتی ہے، جب کہ "ارواح" تھین اور اجسام نہ بنے تھے،

جس طرح انسان تمام مخلوقات ظاہرہ یعنی حیوانات، نباتات، جمادات سے ارفع و اعلیٰ ہے اس سے بڑھکر روحانیت مین "جن" پھر ان سے بڑھ کر "ملائکہ" ہین،

انسان تراب، ماء، نار اور ہوا سے مرکب ہے، "جن" نار سے بنے ہین، اور "ملائکہ" نور سے، نار کی سرعت کا اندازہ بجلی سے کر سکتے ہین، طرفۃ العین مین یہ کہان سے کہان تک پہنچتی ہے، ان سے زیادہ "ملائکہ" ہونگے، انسان کی پرواز بہت ہی محدود ہے، مگر اس مین روح واسطہ کا کام دیتی ہے، یہ خواب کے وقت بہت کچھ پرواز کرتی ہے، مگر نہایت مغلوبیت اور نقص کی حالت مین، اس کے کمال کا عالم جسد سے انفصال کے وقت ہی ہوتا ہے، "عالم ارواح" یا عالم مثال کا ذکر "قرآن مجید" نے اس طرح فرمایا ہے،

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ	اور جب کہ تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھون سے ان
ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ	کی سب اولاد نکال کر انھین اپنی جانون پر گواہ کیا
عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" قَالُوْا	(یہ کہکر) کیا مین تمھارا رب نہین ہون؟ سب یک
"بَلٰى شَهِدْنَا" اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ	زبان بولے، "ہان ہم اس کا اقرار کرتے ہین" یہ اسلئے
اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ، الآیہ	کہ تم روز قیامت یہ نہ کہدو کہ ہم اس سے بیخبر تھے،

وحی و رسالت کے قبول کرنے کا بھی معاہدہ لیا گیا، اور اس کا ذکر بھی کئی جگہ "قرآن" نے کیا ہے، یہ واقعہ دنیا کا نہین، کیونکہ ایسی صورت مین بجائے ایک کے ہزارون بار ایسا ہونا چاہئے تھا، اور ہمارے

حواس اس سے خالی نہ ہوتے، آخرت کا وجود اب تک نہیں، اور وہاں یہ بطور رجعت و شہادت پیش ہوگا، اسی طرح دنیا میں بھی اسے پیش کیا گیا، پس یہ وہی زمانہ ہے جبکہ "آدم" کو بنا کر اس کی ذریات کی ارواح بنائیں، اور سب کو ایک میدان میں جمع کر کے یہ معاہدہ لیا جسے "الست" کا معاہدہ کہتے ہیں،

یہ گفتگو اور معاہدہ جو کچھ بھی ہو اس کے احساس سے انسان کا حافظہ خالی معلوم ہوتا ہے، صرف شواہد فطرت اور وجدان کی کیفیت کچھ نہ کچھ اس کی مؤید ہوگی،

جس طرح بچپن کے استقام والام، فرح و سرور سے بچہ کا دماغ بڑھکر خالی ہوجاتا ہے، اور خال خال کسی واقعہ کا احساس ممکن ہے، اس سے زیادہ "عالم ارواح" کے حالات سے ہمارے اجساد خالی نظر آتے ہیں، جس طرح دنیا کے ہزاروں معاملات میں شہادت پر فیصلہ ہوتا ہے اگرچہ "مدعا علیہ" سچ مچ انکار ہی کرے، یہ معاملہ بھی شہادت کے سپرد ہوگیا ہو،

بہرحال اس آیت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ "ارواح" جسم سے قبل پیدا کیگئی ہیں، اور ان کی خود حیات و ممات جسم سے الگ ہے، بعض روایات میں بھی وارد ہے: "الارواح جنود مجندة" روحوں کی جماعت یکجا کیگئی، وہاں جنکا اتحاد ہوا یہاں بھی متحد ہوتی ہیں، جنکے درمیان وہاں بعد و اختلاف رہا وہ یہاں بھی الگ الگ ہوتی ہیں،

۷، "روح کی حقیقت"

یہاں سے ساتویں بحث شروع کرتے ہیں، اس کے دو حصے ہیں،

اول روح کی حقیقت اور دوم اس کی حیات و ممات یعنی بدن سے الگ ہونے کی حالت میں یہ زندہ رہتی ہے یا فنا ہوجاتی ہے،

مولوی صاحب نے اس بارہ میں صرف یہ لکھا ہے:-

"اب رہا بقائے روح بعد از موت کا سوال، تو "روح" کے متعلق "قرآن" نے تصریح کردی ہے کہ وہ "عالم امر" سے ہے جسکا تم کو بہت کم علم دیا گیا ہے،

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ، قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي، وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا، ۸۵/۱۷	اور لوگ تجھسے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، کہہ دے کہ روح میرے پروردگار کے امر میں سے ہے، اور تمکو علم نہیں دیا گیا ہے، مگر بہت کم،

بقائے "روح" بعد از موت مندرجۂ ذیل آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے،

اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا، وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا، فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ، وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى۔ ۴۲/۳۹	اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے، اور جو مری نہیں ہیں ان کو انکی نیند کے وقت، پس جسکے بارے میں موت کا فیصلہ کردیا ہے اسکو روک لیتا ہے، اور دوسری کو ایک مدت معینہ کیلئے چھوڑ دیتا ہے،

استدلال کی صورت یہ ہے کہ جس کی موت کا فیصلہ ہوچکا ہے اس کی جان کو اللہ روک لیتا ہے، مگر نفس کے متعدد معانی "قرآن" میں مستعمل ہوئے ہیں، اس لئے اس آیت میں "نفس" کو جان کے معنے میں تعیین کردینا آسان نہیں ہے، بلکہ "قرآن" سے اس کے خلاف ثبوت ملتا ہے، یعنی "انفس" کے معنی اشخاص کے نکلتے ہیں، چنانچہ دوسری آیت میں ہے

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ ۶۰/۶	اور وہی ہے جو تم کو رات کو وفات دیتا ہے،

"قرآن" میں جس بات کی "تصریح" ہے وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد مردوں کا علم اللہ کے نوشتہ میں ہے، نیکوں کا اندراج علیین میں ہوتا ہے، اور بدوں کا سجین میں ۸۳-م

لفظ امر کی تحقیق اس مقام پر سب سے قبل لفظ "امر" کی تشریح کر کے اصل مسئلہ پر غور کرینگے "قرآن مجید" میں لفظ "امر" عام طور پر ان دو معنوں میں مستعمل ہوا ہے،

ایک کام، بات، معاملہ، حالت، جمع امور "وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ" جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات آتی ہے تو یہ اسے شائع کردیتے ہیں، "وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ" صرف خدا ہی کی طرف تمام معاملے پلٹتے ہیں، "وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ" اور کام کی تدبیر کون کرتا ہے؟

دوم "امر" بمعنی حکم، فرمان، صیغہ امر، "کن" "اِنَّمَآ اَمْرُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ" "ہمارا
کسی چیز کے لئے حکم جبکہ اسے ہم چاہتے ہیں یہ ہوتا ہے کہ ہم اسے کُن (ہو جا) کہیں، سو وہ ہو جاتی ہے" "قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ
تو کہہ کہ میرے رب نے انصاف کا حکم فرمایا ہے" "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ" کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم
دیتے ہو اور خود اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو؟ تیسرے معنی بھی "امر" کے لئے گئے ہیں، مگر یہ محتمل ہیں "وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ
نُّہْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْہَا" اس آیت میں "امر" کے دو معنی بتائے گئے ہیں، ایک حکم، دوم کثرت نسل وجماعت، پہلی
صورت میں یہ معنی ہونگے، "جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اس کے عیش پسندوں کو فرمان بھیجتے ہیں"

دوسرے معنی کے اعتبار سے یوں ترجمہ ہوگا "جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اس کے عیش پسندوں کو بھلاتے
اور بڑھاتے ہیں:

"عالم امر" کا شبہہ جس آیت سے ہو سکتا ہے یہ ہے،

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ — اور سورج اور چاند اور تارے سب اسی کے حکم کے تابع
بِاَمْرِہٖ، اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ — چلتے ہیں، خبردار! اسی کا پیدا کرنا اور اسی کا حکم ہے،

اس مقام پر خلق مصدری معنی پیدا کرنا، بنانا، اندازہ کرنا، اور بمعنی مفعول یعنی مخلوق دونوں ہو سکتا ہے، مگر
پہلا معنی امر سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے،

امر اس آیت میں دو جگہ آیا ہے اور دونوں جگہ حکم وفرمان کے معنی میں ہے، غرض دنیا میں پیدائش اور حکم صرف
اسی کا ہے، نہ کوئی ذرہ برابر پیدائش میں حصہ دار ہے، نہ کسی قسم کے تصرف میں اسکا کوئی شریک وسہیم ہے،
اس آیت سے "عالم امر" کا مفہوم لینا کوئی صحیح استنباط نہیں ہے، کیونکہ یہاں "امر" کا کوئی عالم نہیں پیش کیا گیا،
نہ کسی اور جگہ ایسے عالم کا پتہ دیا گیا ہے!

قرآن کے ترجمہ میں اضافہ

اب آیت "روح" پر توجہ مبذول فرمایئے، مولوی صاحب کا یہ ترجمہ "روح میرے پروردگار کے
امر میں سے ہے" اسی "عالم امر" کے تخیل پر مبنی ہے، اسی واسطے "قرآن" کے لفظ پر "میں" کا اضافہ بلا کسی وجہ کر دیا گیا،

صحیح ترجمہ یہ ہوگا "تو کہہ دے کہ روح میرے پروردگار کے امر سے ہے" امر سے ہونا، اور امر میں سے ہونا دو الگ
مفہوم ہیں، امر سے ہونا، حکم سے پیدا ہونا، اس کی بنا پر ہونا، یا "امر من الامور" کوئی بات یا کام ہونا، امر میں سے ہونے
کے یہ معنی ہوتے ہیں، کہ امر کوئی ایسی جنس ہے جس کے تحت یہ بطور انواع وافراد ہے، اس قسم کی تحدید کے واسطے لفظی
قرینہ درکار ہے، پھر لفظ "امر" یہاں کس معنی کیلئے ہے، اس کی تعیین مطلوب تھی، یہ دونوں معنی میں ہو سکتا ہے، یوں بھی
کہہ سکتے ہیں "روح اللہ کے حکم سے ہے" یعنی یہ کوئی مستقل بالذات نہیں، اپنے وجود میں خالق کی محتاج اور حادث ہے
ابدی اور قدیم نہیں یوں بھی کہہ سکتے ہیں، "یہ خدا کے مخصوص کام سے ہے" جس کے کُنہ سے مطلع ہونا انسان کے علم
سے خارج ہے،

روح کی حقیقت

اب اصل مبحث پر توجہ کیجئے، جن لوگوں نے "روح" کی بابت سوال کیا تھا، ان کے سوال کی کیا نوعیت
تھی، اگر اس کی تعیین ہو سکے تو جواب اس کے مطابق کرنے میں بہت کچھ سہولت ہوگی،

"قرآن مجید" کے اعجاز کی بیحد وبے عدد صورتوں میں سے ایک "جوامع الکلم" ہونا بھی اعلیٰ ترین اعجاز کی صورت
ہے، اسی لئے بہت سے مسائل ومباحث نہایت لطافت آمیز ایجاز، پھر اس کے ساتھ عموم واطلاق کی شان میں پیش
کئے گئے، تاکہ بلا کسی تقیید کے ہر وقت اور ہر حالت کے لئے کارآمد ہو سکیں، یہ واضح ہے کہ اگر سوال کی نوعیت معین کر دیجاتی
تو جواب بھی اسی کے مطابق ہوتا، ایسی صورت میں "جامعیت" کی شان ضرور کم ہو جاتی، یہ بھی پیش نظر ہے کہ وقت
مقتضائے حال، مخصوص خیالات کی بنا پر ایک چیز کی کسی حالت سے ایک زمانہ میں سوال ہو، لیکن اسی چیز کے کسی
دوسرے حال یا معاملہ کی بابت اس سے زیادہ اور مفید سوال کی ضرورت مابعد میں پیش ہونا، ممکن ہے، چونکہ مصالح
وقت، اقوام وامم عالم کے نظریات وعلوم ہمیشہ سے بدلتے رہے، اور بدلتے رہیں گے، یہ معلوم ہے کہ "قرآن" اللہ
تعالیٰ کا آخری اور مکمل پیغام ہے جو تمام امم عالم کے لئے تاقیامت عطا کیا گیا ہے، پس ایسی صورت میں عموم واطلاق سے
بہت کچھ فائدے حاصل ہو سکتے ہیں، جو تخصیص وتقیید سے کسی طرح نہیں ممکن تھے، اسلئے سوال وجواب کی یہ صورت
اختیار کی گئی؛

سائنس نے ممکن ہے "روح" کی کنہ وحقیقت دریافت کی ہو، یہ بھی ممکن ہے اس کے قدیم وحادث ہونے کی بحث چھیڑی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "روح" بمعنی حضرت "عیسےٰ" یا "جبرئیل" وغیرہ سے سوال کیا ہو کہ یہ مخلوق ہے، یا خالق کا کوئی جزو، سوال کی جامعیت "یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ" سے بخوبی واضح ہے، اس مین ہر ایک قسم کا سوال بلا کسی اضافہ کے آسکتا ہے،

اب جواب کی لطافت اس کے اعجاز پر غور فرمائیے، "روح خدا کے حکم سے ہے" اس کا وجود مستقل نہین، یہ بلا خالق کے خود بخود موجود نہین ہو سکتی، اس پر اللہ کا تصرف اور حکم نافذ ہے، یہ قدیم نہین، خواہ یہ مادۂ حیات حیوانات ہو، یا حضرت عیسیٰ وجبرئیل ہون، یا تمام عالم روحانی ہو، سب کے واسطے امر الٰہی کے ماتحت ہونا اور مخلوق ہونا عیان ہے، "وکان امر اللہ مفعولاً" اللہ کا حکم جیسا کہ وہ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے، اس کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہین!

اگر "روح" کی حقیقت وکنہ یا اس کے جسم مین آنے کی کیفیت وغیرہ سے سوال تھا گو یہ مذہبی نہین ہو سکتا تب بھی اس کا آخری اور قطعی جواب انسان کو دیدیا گیا، "یہ اللہ کے حکم سے ہے"،

انسان کو علم کم دیا گیا

انسان وہی علم پا سکتا ہے، یا اسے وہی علم دیا جا سکتا ہے جس کی اس مین صلاحیت ہو، قابلیت اور صلاحیت سے زیادہ دینا عبث اور فضول اور حکیم علی الاطلاق کی شان سے بعید ہے،

یہان یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ مولوی اسلم صاحب کا یہ خیال کہ "عالم امر سے تمھین بہت کم علم دیا گیا ہے" قرآن کی تصریح سے بعید ہے، "قرآن" نے اسے عام رکھا ہے، اور یہی وہ بیّن حقیقت ہے، جسکا اظہار قرآن نے جا بجا کیا ہے، وہ انسان کو عجلت پسند، ضعیف وعاجز، بھول جانے والا، ہر ایک چیز سے متاثر ہونے والا، ابتداء نشأت مین حواس وفطرت، اور علم سے خالی، رفتہ رفتہ ترقی کرنے والا، یہ اور اس قسم کے امور بتا کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ بھلا ایسے ناقص اور بے بضاعت کو علم کے میدان مین بڑے بڑے دعوون سے کیا سروکار؟ اس کا بیان ہے کہ انسان اور انسان کی چیزین محدود، اور غایت سے آگے نہ بڑھنے والی، یہ سب چند روزہ دنیا کے زیب وزینت اور لہو ولعب، بالآخر یہ سب فانی اور ہالک، صرف اللہ کی ذات اور اس کے صفات ہی ہر قسم کے کمال ودوام کے لئے مخصوص مین، یہ انسان

کے احاطہ وحد سے خارج، اور اس کے علم کی رسائی وہان کسی طرح ممکن نہین؛

انسان کو کس چیز کے علم پر احاطہ ہے؟ اسے اب تک اپنی ساخت کا صحیح صحیح علم نہین ہو سکا، اسے یہ نہین معلوم کہ کونسی چیز اس کے بدن کی سب سے پہلے بنتی ہے، اور روح کس طرح سے کب آتی ہے؟ تدبر وفہم کا مادہ کس جگہ رکھا گیا ہے؟ قلب یا دماغ مین؟ پھر اُس سے اپنے ایک ایک عضو وذرات کی بابت دریافت کرو کس قدر علم رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ بہت ہی کم، "ملائکہ" نے بھی "لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" کا سچا اقرار کر کے اپنی ہار تسلیم کر لی، اس نے اعلان فرما کر "وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ" بتا دیا کہ اس کے دیئے ہوئے "علم" کے علاوہ انسان کے پاس کیا ہے؟ وہ دیا ہوا کس قدر ہے؟ اسی قدر ہوگا جو اس کی قابلیت ولیاقت کے مطابق سمجھا جائے، یہی "وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" ہے، اس قلیل العلم بے بضاعت انسان کو دیکھئے کہ اس عجز وجہل کے باوجود تکبر وغرور، ادّعاء وفخر کی یہ حالت ہے کہ جھٹ اپنے حواس سے بالاتر یا ظاہری فہم سے کوئی بالا امر ملا فوراً انکار کے واسطے تیار ہو جاتا ہے، اگر کہا جائے زبان کی جگہ ہاتھ پیر گویا ہون گے، انکار کر دیتا ہے یا طرح طرح کی تاویل کرنے لگتا ہے، اگر کہا جائے "منھ کے بل مجرمون کو چلایا جائے گا" تعجب وانکار کرنے لگ جاتا ہے، پہاڑ سے پانی نکلنا تسلیم کر لیتا ہے، مگر "ناقۃ اللہ" کا نکلنا اس کے دماغ مین نہین آتا، چند قطرۂ آب سے ہزارون آدمیون کا سیراب ہونا اس کے نزدیک مشکل ہے، مگر چند دانون سے کھیت تیار ہو جانا کوئی مشکل نہین ہے، جانورون کے تھن سے دودھ نکل سکتا ہے، شہد کی مکھی سے شہد نکلنا معقول ومسلم ہے، انگور سے شراب بھی بن سکتی ہے، مگر جس جگہ سے ان چیزونکے مواد تیار ہوتے ہین، یہی چیزین اگر نکل جائین انکی نہرین بہا دیجائین تو اس کے دماغ مین خلل پیدا ہو جاتا ہے، اور فوراً طرح طرح کے بے اصل اور فضول اعتراض کرنے لگ جاتا ہے، سامان واجناس، اور ہر قسم کی خفیف اور ثقیل اشیاء کے تولنے کا سامان اس کے پاس ہے مگر اعمال کے تولنے کے نام سے اس کی وحشت حد کو پہنچ جاتی ہے، اور محض اپنے غلط وناقص علم کی بنا پر ضد وتکبر سے انکار کر دیتا ہے، کیون؟ یہ سب اس کے علم، ناقص اور قلیل الادراک والاحاطہ دماغ مین نہین آیا، "بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ وَلَمَّا یَاْتِہِمْ تَاْوِیْلُہٗ" اسی کو کہتے ہین، جس کی حقیقت پیش نظر نہین، جس پر

پوری طرح احاطہ نہ ہو سکا، اس کے بارہ مین "مخبر صادق" کو خواہ مخواہ جھٹلائے جاتے ہین، یا اگر مان لیا ہے تو مکر و تلبیس سے خبث و فتنہ سے اس کی من مانی تاویل جو در حقیقت "تحریف" سے کم نہیں) کر کے خوش ہو جاتے ہین، وہان سے خود ارشاد ہوتا ہے۔ "سَاُرِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ" تم جلدی نہ کرو، مین اپنی نشانیان دکھاتا ہون، ذرہ صبر سے کام لو،

آج دنیا کے علوم و فنون نے "دین" کی بیشمار باتون کو عقل و حواس سے قریب تر کر دیا، "وحی" الٰہی کے سمجھنے کے واسطے تار برقی، بے تار اور ٹیلیفون سے اندازہ کر سکتے ہو، کہان سے کہان گفتگو ہو سکتی ہے، اور پاس بیٹھے ہوئے دوسرے سب بے خبر ہوتے ہین، جس سے مخاطبہ اور سلسلہ ملا ہے وہی سُن سکتا یا سمجھ سکتا ہے، اللہ کے مخاطبہ کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہوگی، "وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی" اسی کو ثابت کرتا ہے، اگر آج کل عقل کے ناپنے کا آلہ تیار ہو رہا ہے تو ممکن ہے قریب تر زمانہ مین خیر و شر، چور و ساہوکار کے امتحان کا کوئی آلہ بنجائے بہرحال "قرآن" کا بیان ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ "انسان کو بہت کم علم ملا ہے"، اسے اپنے اطلاق پر رکھنا چاہئے، عالم امر یا کسی اور ت مقید کرنے کی کوئی وجہ نہین،

کوئی عالم امر نہین

آمدم بر سر مطلب! قرآن نے کوئی "عالم امر" نہین بتایا، لیکن اگر ایسا عالم بالفرض تسلیم کر لیا جائے جو جدید اصطلاح سے زیادہ نہ ہوگا، تب بھی "رُوح" کی حیات و ممات کا مسئلہ اس سے حل نہین ہو سکتا،

مدعی کا بیان ہے:-

"حیات و ممات اور بقائے رُوح کے متعلق اس قدر لکھدینا کافی نہین کہ جس آیت سے بقاے روح ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے، درست نہین، نفس کے متعدد معانی آتے ہین، اور آیت "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ" مین جان کے معنی معین کرنا آسان نہین، بلکہ قرآن سے اس کے خلاف ثبوت ملتا ہے، النفس بمعنی اشخاص ہین"

یہ مدعی کا ایک قسم کا دعوی ہے جس کی کوئی دلیل نہین دیگئی،

نفس کے معنی

ضرورت کے مطابق پہلے "قرآن" سے "نفس" کے معانی بیان کئے جاتے، پھر متنازع فیہ محل مین کسی ایک کی تعیین مستند طور پر کیجاتی، تب کوئی صحیح فیصلہ ہو سکتا تھا،

محض کسی لفظ کے متعدد معانی بتا دینے سے نہ مدعی کا دعوی صحیح ہو سکتا ہے، نہ مخالف کا استدلال باطل و غلط ٹھہر سکتا ہے،

اسی طرح یہ کہدینا کہ اس جگہ "نفس" بمعنی اشخاص ہے، اور اس کے واسطے آیت "وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ" سے استدلال کرنا صحیح طریق استدلال سے غفلت ہے،

اولاً اس آیت مین نفس یا انفس کا لفظ ہی نہین جس کے واسطے استدلال کیا گیا،

ثانیاً اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت مین اشخاص مراد ہین، اسلئے "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ" مین بھی یہی معنی صحیح ہونگے مصادرہ علی المطلوب ہے، پہلے "النفس" بمعنی اشخاص کا ثبوت دیا جائے، پھر آیت مین "انفس" کا لفظ پیش کیا جائے جس کے یہی معنی ہون، دوسرے نہ ہون، پھر متنازع فیہ آیت مین اتحاد قائم کر کے یہی حکم ثابت کیا جائے، اور خلاف کی صورت مین کوئی خاص نقصان بتایا جائے جو کسی صراحت کے خلاف ہو، ان اسباب کے بعد یہ دعوی قابل سماع ہو سکتا ہے

ثالثاً "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ" اور "وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ" مین کوئی اختلاف نہین، نہ کسی جگہ اشخاص بمعنی اجساد لینا درست ہے، کیونکہ دونون جگہ نیند کا ذکر ہے جس مین روح قبض ہوتی ہے نہ اور کچھ، اشخاص یعنی جسد خاکی ویسا ہی پڑا رہتا ہے، اسے کب قبض کیا جاتا ہے،

موت قبض روح کا نام ہے

پس "قرآن" نے جہان "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ" کے ذریعہ نفوس کے قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہو وہان "انفس" ارواح، جان کے علاوہ کسی اور معنی مین لیا نہین جا سکتا، ہم تسلیم کئے لیتے ہین کہ "نفس" کے سینکڑون معنی ہین، مگر اس مقام پر جان/روح کے علاوہ کوئی معنی صحیح نہین ہو سکتے، کیونکہ اسی کو قبض کیا جاتا ہے، یہی بحالت "موت" روک لیجاتی ہے اور نیند کے بعد واپس کر دیجاتی ہے،

ذرہ غور فرمایئے تو فیصلہ کس قدر قریب تر ہو گیا، "روح" دو حالتون مین قبض کیجاتی ہے، ایک موت دوم نیند، نیند کے بعد لوٹا دیجاتی ہے، اور "موت" کے وقت روک لیجاتی ہے، دونون حالتون مین "روح" زندہ ہے، بحالت موت وہی "روح" روک لیگئی ہے، جو "نیند" کے بعد واپس کیجاتی ہے، پس یہ بتایا جائے کہ اسے روکنے کے بعد فنا

کر دیا یا باقی رکھا گیا؟

"روکنے کا" ذکر موجود ہے، یہان تک ہم سب متفق ہین، اگر اسے فنا کر دیا گیا، اسکا پتہ بتایا جائے، محض روک لینے سے فنا ہو جانا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے؟

درحقیقت آیت "اللہ یتوفی الانفس" ارواح کی حیات برزخیہ کے ثبوت کے لئے کافی ہے، کیونکہ "روح" یا "نفس" جو مادہ حیات جسد ہے، دو وقت اس سے منفصل ہوتی ہے، ایک مین انفصال ناقص ہوتا ہے، یہ نیند کا وقت ہے، دوسرے مین انفصال تام، یہ موت کے وقت ہوتا ہے، ہر دو حالتون مین "روح" ایک باقی اور ثابت شے ہوگی اور یہی حیات "برزخ" ہے کہ ارواح بلا اجساد باقی ہون،

لطیفہ:۔ قرآن مجید نے روح کے عارضی و دائمی انفصال سے حشر و نشر کے اثبات و حقیقت پر متوجہ کیا ہے، عقلا و فلاسفہ کو یہ بتایا ہے کہ روزانہ موت و حیات کی کیفیت سے دوسری موت و زیست کو بخوبی سمجھ سکتے ہو، اسی سے صحیح استدلال و بصیرت حاصل ہو سکتی ہے، اگر ذرہ تدبر سے کام لیا جائے، مادۂ حیات یعنی "روح" دونون صورت مین محفوظ ہے، از سر نو بنانا بھی مشکل نہین، مگر اس بنی بنائی چیز کا "جسد" سے متصل ہونا تمھین محال نظر آتا ہے، حالانکہ ایک مشین کے مختلف پرزے الگ کر کے بنا دینا، تخم و دانہ سے سڑ جانے کے بعد درخت و بالی نکلنا ہمیشہ تمھارے تجربہ مین آتا رہتا ہے، اگر خاک کی خیر اسی مین مل گئی تو کوئی حرج نہین، صناع حقیقی علام الغیوب ہے، وہ ایک ایک ذرہ و ریزہ سے کماحقہ واقف اور اس پر ہر طرح سے محیط ہے، اس کے ایک حکم سے سب کچھ تیار ہو جانا آسان ترین امر ہے، اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ،

۸۔ "موت کے بعد روح کا مقام"

اوپر ہم "روح" کے روک لینے کا ذکر کر چکے ہین، اس آٹھوین بحث مین یہ بتانا چاہتے ہین کہ آخر "ارواح" بعد از موت کہان روکی جاتی ہین،

مولوی صاحب نے "ارواح" کو فنا کر دیا، مگر ان کا ذکر اس طرح قائم رکھا،

"قرآن مین جس بات کی تصریح ہے وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد مردون کا علم اللہ کے نوشتہ مین ہے، نیکون کا اندراج "علیین" مین ہوتا ہے، اور بدون کا "سجین" مین!

اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّيِّيْنَ، وَمَا اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ، كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ، يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ، ۲۱/۸۳	حقیقت یہ ہے کہ نیکون کا اندراج علیین مین ہے، اور تم کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے، ایک کتاب ہے لکھی ہوئی جس پر مقرب فرشتے حاضر رہتے ہین،
اِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّيْنٍ، وَمَا اَدْرٰكَ مَا سِجِّيْنٌ، كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ، ۹/۸۳	حقیقت یہ ہے کہ اندراج بدون کا سجین مین ہوتا ہے، اور تجھکو کیا معلوم کہ سجین کیا ہے، ایک کتاب ہے لکھی ہوئی

علیین اور سجین کیا ہین اس مقام پر اگر "تصریحات قرآن" کے مدعی سے بحث کیجائے تو اس طرح ہو سکتی ہے،

۱۔ یہان نیکون اور بدون کا ذکر ہے، یا ان کے دفترون کا بیان زیادہ سے زیادہ قبول کر لیا جا سکتا ہے، مگر مردون کی تخصیص کیونکر کی گئی،

۲۔ چونکہ تمام ابرار و فجار کے واسطے بلا کسی استثنا، دو ہی مرکز بتائے گئے، تیسرا مرکز اگر "شہداء" یا کسی کے واسطے بتایا جائے اس کی سند ضروری ہے،

۳۔ نیکون اور بدون کے اندراج کے کیا معنی؟ ان کے نام درج ہوتے ہین، یا ان کے ارواح کا مستقر ہے، محض یہ لکھ دینا کہ "نیکون اور بدون کا علم اللہ کے نوشتہ مین ہے" یہ مردون کے ساتھ کوئی خصوصیت نہین بلکہ ہر ایک چیز کا علم اللہ کے نوشتہ مین ہے، زندون کا علم بھی اللہ کے نوشتہ مین ہے، پس علیین اور سجین مین ہونا محض نوشتہ مین ہونا نہین ہو سکتا، اس سے زیادہ کچھ اور ہوگا، دیکھئے "قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيْظٌ" مین ہر ایک کے علم کو نوشتہ مین محفوظ بتایا ہے،

۴۔ آیہ کریمہ "يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ" کے ترجمہ مین دو غلطیان کی ہین، ایک "یشھد" کے معنی "حاضر رہتے ہین" بتائے ہین، اس سے شبہہ ہو سکتا ہے کہ پہلے سے رہتے ہین، حالانکہ صحیح ترجمہ "حاضر ہوتے ہین" یا "پہنچتے

ہیں" ہوگا،

دوسرے "المقربون" کے معنی "مقرب فرشتے" کے ہیں "فرشتے" کا لفظ "قرآن" میں اضافہ اور بلا دلیل ہے،
"مقربون" کا لفظ جس طرح فرشتوں پر بولا جاتا ہے، نیک لوگوں پر بھی مستعمل ہے، خود اسی سورہ میں آگے بھی
لفظ آیا ہے جہاں کسی طرح فرشتے نہیں مراد ہو سکتے "عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ" پس "مقرب" سے نیک بندے
کے سوا مراد لینا قرینہ و دلیل کا محتاج ہے، اور وہ اس جگہ نہیں ہے،

۵۔ کسی چیز کا دفتر ہونا بظاہر اور عام طور پر یہی ہے کہ وہ چیز وہاں محفوظ کیجائے اور اسے تحریر میں بھی ضبط
کیا جائے، یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں اشیاء کے نام درج ہوں اور خود اشیاء کسی دوسری جگہ ہوں، اس لحاظ سے
"علیین" اور "سجین" کے متعلق غور کرنا چاہئے کہ یہ کیا ہے؟ کیا کوئی قرینہ ایسا ہے کہ یہ نیک و بد ارواح کے مخزن و
مرکز ہوں، یا محض ناموں کے رجسٹر یہاں ہیں؟

اب ہم اس کی تحقیق کرتے ہیں،

"علیین" جمع علیۃ (بالاخانہ) علو سے اور "سجین" قید خانہ سجن سے ماخوذ ہے، یہاں یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ
بدوں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے بمطابق "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" اس سے نیک اور نیکوں
کے واسطے علو ثابت ہوتا ہے، اسی طرح "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ" بھی علو کا
مؤید ہے، اسی کے ساتھ "جنت" اور "دوزخ" کے مقام کا بھی تصور کیا جائے، اشارات قرآن اور نصوص احادیث
سے جنت آسمان پر اور جہنم اسفل السافلین میں ہے، "علیین" وہ مقام ہے جہاں صالحین کی ارواح محفوظ رہتی ہیں، یہ جنت کے
قریب تر ہوگا، اور "سجین" جہنم کے قریب تر جہاں فجار کی ارواح مقید کیجاتی ہیں، "یَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ"
کے صحیح معنی یہ ہوئے "وہاں نیک پہنچتے ہیں" یعنی یہ نیکوں کا مرکز اور جائے حضور ہے، فجار کے ذکر کے بعد ہے
"وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ" وارد ہے، ممکن ہے اسے روز قیامت بتا دیا جائے، مگر سکرات الموت سے
جو یقین میت کو عذاب و ثواب کے متعلق ہو جاتا ہے اس سے یہ آیت اسی دن کے واسطے اپنے ظاہر کے مطابق

رکھی جائے تو کوئی اشکال نہیں ہوتا، آگے اور بھی بعض قرائن ملتے ہیں، "كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ" (خبردار یہ لوگ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہونگے پھر وہ یقیناً جہنم میں جا پڑینگے)
جس طرح یہ حجاب "روح" کو موت کے بعد ہوتا ہے، روز قیامت بھی ہوگا، سیاق کلام کے مطابق عین عالم مرگ
کا یہ قصہ واضح ہوتا ہے، اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، دنیا کے تمام تر معاملات آخرت کی نقل ہیں، یہاں
کے عذاب و مصائب وہاں کی نقل، ثواب و منافع بھی وہاں کی نقل "قرآن مجید" نے اسے جابجا بیان فرمایا ہے، اس
جگہ "وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا" بطور سند کافی ہے، پس مجرمین و صالحین کا جو کچھ حشر موت کے بعد ہوگا، اس کا نمونہ باعزت
و جاہ مہمان کا بڑے سے بڑے بادشاہ کے حضور جانا، اور بے عزت و باغی کا اس کے حضور جانا سمجھنا چاہئے، ایک کا خاص
احترام و اعزاز اور ملاقات سے سرفراز ہونا، دوسرے کا ہر قسم کی ذلت و ہتک اور ملاقات سے محروم ہونا واضح ہے،
پھر ہر ایک کو اپنے اپنے منصب کے مطابق عہدہ و مقام ملنا الگ معاملہ ہے،

اس قدر "قرآن" کے بیان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بھی ملائیے تو تمام معاملہ روز روشن کی
طرح واضح ہو جاتا ہے، اور یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس بیان میں الفاظ "قرآن" سے کہاں تک مطابقت
ہے، فرماتے ہیں :۔

"نیک کی روح آسمان پر جاتی ہے اور رب کے حضور میں سرفراز ہو کر "علیین" میں رکھی جاتی ہے، بد کی روح
آسمان پر نہیں جاتی اور اسے "سجین" میں مقید کرنے کا حکم ہوتا ہے، نیک کو جنت کی سیر کرائی جاتی اور
وہ اس کی راحت سے متمتع ہوتے ہیں، بد دن پر صبح و شام جہنم پیش کیجاتی ہے، اور وہ اس کے مصائب
و آلام سے متأثر ہوتے ہیں" اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ،

۹۔ "حیات و موت کی قسمیں"

یہاں سے نوین بحث شروع ہوتی ہے، جس پر "قرآن" کی "تصریحات" کے مدعی خاص اعتماد رکھتے ہیں
اور اگر اس تمام مضمون میں کوئی "تصریح" سچ مچ انھیں مل سکی ہے تو یہی ہو سکتی ہے، اس سے مقصود یہ ہے کہ

"برزخ" مین روح کی حیات نہین، یا قبر مین سوال وجواب کی جو روایات ہین وہ قابلِ اعتبار نہین، مگر "روح" کی حیات سے "جسد" کی حیات وممات پر کوئی اثر نہین پڑتا، نیز اتفاقی اور عارضی حیات وممات کا ان آیتون مین کوئی ذکر نہین بلکہ مستقل حیات وممات کا بیان ہے جیسا کہ ہم اسے مدلل بتائین گے،

مولوی صاحب تحریر فرماتے ہین :-

"قرآن کے روسے زندگی اور موت دو ہی دو ہین،

قَالُوْا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا	وہ کہین گے کہ اے ہمارے رب تونے ہم کو دوبار
اثْنَتَيْنِ ۔ ۱۱/۴۰	موت دی اور دوبارہ زندہ کیا،
كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	تم مردہ تھے اللہ نے تم کو زندہ کیا، پھر وہ تم کو
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ، ۲۸/۲	موت دیگا، اور پھر زندہ کریگا،

دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کیگئی ہے، اس کے بعد یہ زندگی ملی، پھر اس کے بعد موت آئیگی، پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملیگی، جسکے لئے موت نہین ہے" صفحہ ۶۲ "قرآن کی تعلیمات اس امر مین بالکل واضح ہین، کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد دوسری زندگی جو ملیگی وہ حشر کے دن ملیگی نہ کہ قبر مین" صفحہ ۶۳

موت وحیات اس بحث کے سمجھنے کے لئے "موت وحیات" کی بحث جو سب سے پہلے شہداء کی حیات کے ذیل لکھی گئی ہے بغور ملاحظہ فرمائی جائے کہ روح کا بدن سے اتصال حیات اور انفصال موت ہے، دنیاوی حیات کے ماقبل کو "موت" بھی اسی واسطے کہا کہ روح بدن سے متصل نہ تھی، اجساد سے الگ ہو کر "ارواح" حیات رکھتی ہین یا نہین، یہ ساتوین بحث مین مدلل بیان ہو چکا، "شہداء" کی حیات برزخی تسلیم کیجاتی ہے، یہ خود "ارواح" کی حیات پر بین شہادت ہے،

بلاشک ہم بھی حیات وموت کے یہی دو دور تسلیم کرتے ہین، یعنی ارواح کا اجساد سے تعلق وانفصال انھین صورتون مین ہوتا ہے، مگر اس سے "روح" کا فنا ہونیکا کوئی ثبوت نہین ملتا، نہ "روح" کی حیات سے "جسد" کی حیات لازم آتی ہے،

البتہ اس عموم سے دو قسم کے لوگ مستثنےٰ کئے جائینگے،

ایک وہ جنھین حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے ذریعہ زندہ کیا گیا، ان کے واسطے ان دو حیات وممات کے علاوہ تیسری بھی ثابت ہوگی،

دوم وہ لوگ جنھین اللہ تعالیٰ نے کسی خاص وجہ سے ایک سے زیادہ بار مار کر پھر زندہ کیا، اسکی نظیرین قرآن مین بیشمار ہین، یہان چند کا ذکر کیا جاتا ہے،

۱- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ	کیا تونے ان ہزارون آدمیون کو نہ دیکھا کہ اپنے
وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ، فَقَالَ	گھرون سے موت کے ڈر سے نکل بھاگے، پس اللہ
لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا، ثُمَّ اَحْيَاهُمْ،	نے ان سے فرمایا "مرجاؤ" پھر انھین (مار کر) زندہ کیا

قطعًا یہ لوگ کسی وبائی مرض کے خوف سے بھاگے تھے، صفائی اور حتیاط الگ چیز ہے، مگر یہ اعتقاد فاسد رکھنا کہ ایسے مقام پر رہنا بالضرور وبا، کے زہر سے متأثر ہوتا ہے، اور اس لئے ایسے مریضون کی تیمارداری وغیرہ اخلاقی فرائض سے اجتناب کرنا نہایت زبردست غلطی ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جہان طاعون ہو وہان نہ جاؤ، اور اگر تمھاری موجودگی مین کسی جگہ ہو تو وہان سے اس کے خوف سے نہ بھاگو" یہ حدیث اسی آیت کے مفہوم کو ظاہر کر رہی ہے،

۲- اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ	یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی سے گذرا جو اپنی
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا، قَالَ اَنّٰى يُحْيِيْ	چھتون پر خالی پڑی تھی، بولا "اسے اللہ اسکی
هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا، فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ	موت کے بعد کیسے زندہ کریگا" پس اللہ نے اسے
مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ،	سو برس تک مار کر پھر زندہ کیا،

یہ اور اسی قسم کی دیگر آیات کے ملانے سے صاف معلوم ہو گیا کہ "موت وحیات" کے متعلق جو آیتین ہین ان کے صحیح معنی یہ ہونگے، "وہ موت وحیات جنکا عام طور پر وقوع محسوس ومعلوم ہے، اور یہ مستقل وطویل مدت

کے لئے ہو یہی دو دو مرتبہ ہے، اس سے عالم ارواح کی نشأۃ خود بخود خارج ہے، کیونکہ یہ ہمارے عرف کے لحاظ سے موت ہے نہ حیات، اسی طرح "عالم برزخ" کی روحانی حیات بھی خارج ہے، اور وہ تمام اتفاقی و عارضی حیات کی صورتین بھی خارج ہونگیں، کیونکہ وہ مستقل و معہود حیات و ممات نہین، محل بحث یہی ہے نہ اور کچھ،

۱۰ "عذاب و ثواب قبر":

یہاں سے دسوین بحث شروع کرتے ہین "برزخ" مین ارواح کی حیات ثابت ہونے کے بعد اسکی کوئی ضرورت نہ تھی، اگرچہ چند مخصوص دلائل پر ابھی بحث باقی ہے، لہذا ہم یہان صرف ان آیتون کے متعلق بحث کرینگے جن سے امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ نے اپنی بے مثل و اعلیٰ کتاب "الجامع المسند الصحیح" معروف بہ "صحیح بخاری" مین عذاب قبر پر استدلال کیا ہے،

امام مذکور نے اپنی یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام صحیح حالات "قرآن مجید" کے نزول، اس کے مطابق آپ کا طرز عمل، اسکی علمی و عملی تعلیم، غرض ان سب کے متعلق ضروری صحیح معلومات کے لئے مرتب کی ہے، ہر ایک معاملہ مین پہلے "قرآن مجید" پھر آپکا بیان بہترین نقد و انتخاب اور جامعیت سے لکھا ہے، جزاہ اللہ عنا وعن الاسلام خیراً،

مولوی صاحب لکھتے ہین :-

"ایسی آیتین جن سے لوگون نے عذاب برزخ کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کی ہے، تین چار سے زیادہ نہیں ہین، اس لئے میں ان کے استدلال کی کیفیت دکھلا دینا ضروری سمجھتا ہون،

پہلی آیت جس سے امام بخاریؒ نے عذاب برزخ کا ثبوت دینے کی کوشش کی ہے یہ ہے!

سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝ ۱۰/۹ — ہم ان کو دو بار عذاب دینگے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائین گے،

اس دو بار عذاب کی صورت یہ بیان کیگئی ہے کہ ایک عذاب دنیا مین، اور ایک عذاب برزخ مین

پھر بڑا عذاب جس کی طرف وہ لوٹائے جائینگے قیامت مین ہوگا، یہ استدلال حقیقت مین اس وقت ہو سکتا ہے جب پہلے سے عذاب برزخ کا یقین ہو، ورنہ قرآن کے لفظ سے قطعاً اس کا وہم بھی نہین ہوتا، اس سورہ مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ ۝ ۱۲۵/۹ — کیا نہین دیکھتے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار فتنے مین ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی باز نہین آتے،

جب اللہ ہر سال ان کو ایک دو بار فتنہ مین ڈالتا ہے تو کیا زندگی مین دو بار عذاب نہیں دے سکتا؟ پھر یہ کیسے ثابت ہوا کہ دوسرا عذاب قبر میں ہوگا" صہ ۲۶

"برزخ" کے عذاب و ثواب کی بابت کل تین چار آیتین بتانا عجلت یا غفلت یا مغالطہ ہے، پانچوین بحث مین "سکرات الموت" کے ذیل ہم نے چھ آیتین لکھی ہین، اسی کے ساتھ "شہداء" کی دو آیتین، ایک بقرہ کی "وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ" دوسری آل عمران کی "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا" ملایئے تو کل آٹھ ہونگی، تین آیتین اس مقام کی شامل کرنے سے گیارہ ہو جائینگی، کسی مسئلہ کے واسطے ایک آیت صاف و صریح کافی ہے، چہ جائیکہ اس قدر آیتین ہون،

پہلی آیت کے سمجھنے مین حسب دستور مولوی صاحب نے عجلت سے کام لے کر غلط راہ اختیار کی، اس کے سوا وہ کچھ اور کر بھی نہین سکتے تھے کیونکہ "حدیثین" ان کے کام کی نہین، "قرآن" وہ بھی اسکی "تصریحات" سے یہ فائدہ حاصل کر سکتے ہین، مگر اسی حد تک کہ وہ "حدیث" کے خلاف معلوم ہون، موافقت کی صورت مین یہ اسکی تاویل کے واسطے تیار ہو جاتے ہین، چونکہ ایک نظریہ مستقل طور پر پہلے سے قائم کر چکے یعنی "حدیث کی مخالفت کرنا" ہر جگہ اسی کے ماتحت طریق عمل اختیار کرتے ہین، اور یہ وہ عظیم الشان غلطی ہے کہ اسے تمام غلطیون کی بنیاد و اساس کہنا بجا ہوگا،

اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ مین تین عذابون کا ذکر فرمایا، ایک بڑا عذاب جو روز قیامت ہوگا، اس مین ہمارے ساتھ مولوی صاحب بھی متفق ہین، ایک دنیا کا عذاب، اس مین بھی اتفاق ہے، تیسرا اور عذاب،

اسی کے متعلق بحث ہے، مولوی صاحب کا خیال ہے کہ "فتنہ" کی آیت مین اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ہر سال ایک بار یا دو بار فتنہ مین ڈالنا بتایا ہے تو کیا وہ دو بار اس زندگی مین عذاب نہین دے سکتا؟

اس مجرد احتمال کی بنا، پر بلا کسی قطعی فیصلہ کے "تعلیمات قرآن" کے مؤلف نے ایسے اہم مباحثہ مین گریز کی راہ اختیار کی، اور ایسے احتمال پر امام بخاری علیہ الرحمۃ پر رد کرنے کی کوشش کی!

خلِ الطریقَ لمن یبنی المنار بہ وابرز ببرزۃ حیث اضطرک القدرُ

سوف تری اذا انجلی الغبار أفرسٌ تحتک أم حمارُ

"قرآن" کے سمجھنے کے لئے اس احتمال سے زیادہ کسی حقیقت کی جستجو چاہئے تھی، "مرتین" کے لفظ سے "فتنہ" جو ہر سال ایک یا دو بار ہوتا رہتا تھا خارج ہوگیا، اور اگر اسے ہی ملحوظ رکھا جاتا تو مرتین کی جگہ "مرارًا" آنا چاہئے تھا، ہر وقت "قرآن" کا دعوی کرنا آسان ہے، مگر اس پر قائم رہنا بہت مشکل "یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم" اسی قسم کے دعوی کرنے والون کے متعلق صحیح ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اخبار حقیقت آثار مین ایسی جماعت کی یہ صفت فرمائی ہے، "یقرأون القرآن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ" مسلمانون مین ایک جماعت ایسی پیدا ہوگی جو قرآن قرآن پکاریگی مگر اس کے حلق سے نیچے قرآن نہ اتریگا، یہ دین سے ایسی صاف نکل جائیگی جیسے تیر نشانہ مین سے نکل جاتا ہے،

یہ ہمارا فرض ہے کہ "مرتین" کی صحیح تفسیر بتائین، اور یہ ثابت کردین کہ "قرآن" حلق سے نیچے اسی وقت اتر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پیش نظر ہو، آپ کی تعلیم و عمل سے استفادہ کیا جائے، جو لوگ آپ کے انفاس قدسیہ سے مستفید ہوتے ہین، انھین احترام و عزت کی نظر دیکھتے ہین وہی لطافت دین، حلاوت ایمان و یقین، اعجاز قرآن مبین سے واقف اور لطف اندوز ہو سکتے ہین، کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ،

بغور سنئے! دنیا کا عذاب جس قدر بھی ہو، خواہ فتنہ کی صورت مین یا "مرۃ" یعنی ایک بار کا عذاب سمجھئے، اگر اسے قبول کرنے مین عذر ہے تو "عذاب" تسلیم کرنے مین کوئی عذر نہین ہو سکتا، اور یہ عذاب دنیا ہوگا،

اب دوسرے عذاب کی جستجو کیجئے، یہ معلوم ہے کہ قیامت سے قبل یہ دونون عذاب ہونگے؛ امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر و استدلال، قوت بصیرت و ادراک، نقد و انتخاب کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہین جو "علم" کے صحیح طور پر حامل ہون، علوم شرعیہ مین کامل عبور رکھین، کتاب و سنت تاریخ و سیر اختلاف امت مین کمال حاصل کیا ہو، ان مین خوب غور و تدبر، تحقیق و مطالعہ کر چکے ہون، امام موصوف کا یہ دستور ہے کہ اگر کسی آیت یا حدیث سے ایک مسئلہ پوری طرح حل نہین ہو سکتا، اور کسی قسم کا اشکال باقی رہا تو اس کے واسطے دوسری آیت یا حدیث یا ایسا ہی قوی قرینہ پیش کردیتے ہین، جس سے وہ مسئلہ حل ہو، اور اشکال رفع ہوجائے، چنانچہ اس مقام پر ایسا ہی معاملہ ہے، "مرتین" مین دوسرا عذاب کہان ہوگا؟ اسکی تعیین کے لئے امام بخاریؒ نے وہ آیت پیش کی ہے جسے مولوی صاحب نے تیسری آیت بتائی ہے،

"قائلین برزخ کا تیسرا استدلال اس آیت سے ہے،

وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ	اور کاش تو دیکھتا جس وقت گنہگار موت کی بیہوشی
وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا	مین ہوتے ہین اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے
اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ	ہوتے ہین کہ اپنی جانون کو نکالو، آج تمکو اس
بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ	پر ذلت کی سزا ملیگی جو اللہ کی شان مین تم جھوٹ
وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ، ۹۴/۶	بولتے تھے اور اسکی آیتون سے اکڑتے تھے،

یہان "الیوم" کے لفظ سے یہ نکالا جاتا ہے، "آج" یعنی موت کے دن تم کو سزا ملیگی، مگر ہم یہ ثابت کرینگے مین کہ برزخ "غیر زمانی" ہے اور موت اور قیامت مین فصل نہین ہے، اس لئے یہ آج بعینہ قیامت کا دن ہے"

اب ہم "قرآن" کی تصریح دکھاتے ہین، کہ اس "الیوم" سے مراد قیامت ہی کا دن ہے، یہ یاد رہے کہ مذکورہ بالا آیت مین ان ظالمون کی سزا کا ذکر ہے جنکا جرم یہ ہے کہ وہ اللہ کی شان مین جھوٹ بولتے تھے، اور اسکی آیتون سے اکڑتے تھے،

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۔ اور جبدن کافر آگ پر پیش کئے جائینگے (ان سے

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ۔ کہا جائیگا) کہ تم اپنی لذتین اپنی دنیاوی زندگی

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ۔ مین لیچکے اور ان کے مزے اٹھا چکے سو آج کے

الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۔ دن تم کو ذلت کا عذاب دیا جائیگا جو تم روئے زمین

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۲۰/۴۶ ۔ مین ناحق اکڑتے تھے، اور نافرمانی کرتے تھے،

ہرچند کہ اس آیت مین قیامت کا لفظ نہیں ہے، لیکن یہ تصریح موجود ہے کہ "تم اپنی لذتین دنیامیں اٹھا چکے" جس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ یہ اخروی عذاب کا بیان ہے، مزید تشفی کے لئے تاکہ کسی قسم کا شبہہ نہ رہجائے "سورۂ نحل" کی آیت نقل کرتا ہون جس مین انھین ظالمون کی سزا کا ذکر ہے،

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ ۔ پھر اللہ ان کو قیامت کے دن رسوا کریگا اور فرمائیگا

اَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ ۔ کہ کہان مین تمھارے وہ شرکا رجن کے بارے مین

فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ ۔ تم ضد کرتے تھے، جن کو علم دیا گیا ہے وہ کہین گے

الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۔ کہ آج کے دن برائی اور رسوائی ان کافرون

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ ۔ کے لئے ہے جن کی جانین ملائکہ نے اس حالت مین

اَنْفُسِهِمْ ۲۸/۱۶ ۔ قبض کی ہین کہ وہ گنہگار تھے،

یہان قیامت کی تصریح ہے" ص ۲۸

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے (۱) "الیوم" سے مراد، موت کا دن نہیں، بلکہ روز قیامت ہے، کیونکہ ایسے ظالمون کے واسطے جو سزا دوسری جگہ بیان کی ہے وہان قیامت کی تصریح موجود ہے، یہ وہی دن ہوگا، وہان بھی "الیوم" ہے،

۲- برزخ غیر زمانی ہے، اس لئے جو گفتگو روز قیامت ہوگی، وہ بعینہ موت کے وقت ہوئی اس لحاظ سے

"الیوم" کا اطلاق صحیح ہے، اور یہ موت کا دن نہین روز قیامت ہے،

ہم نے "برزخ" کا غیر زمانی ہونا چوتھی بحث مین باطل کردیا ہے، اور اس کا زمانی ہونا نصوص قرآن سے ثابت کیا ہے، اس خیال کی بنیاد محض "موتی" کے عدم احساس پر تھی، حالانکہ کسی چیز کے عدم احساس سے اس کا وجود باطل نہین ہوسکتا،

الیوم

"الیوم" کی بحث بھی حل کردی جاتی ہے، آیۂ کریمہ مین فرشتون کی روح قبض کرنے کا ذکر اور وہی سختی سے ہے، اور یہ تمام معاملہ عین عالم مرگ سے متعلق ہے جس مین "اَخْرِجُوْا اَنْفُسَكُمْ" کا خطاب ہے، یہ کسی طرح روز قیامت پر محمول نہین ہوسکتا، اسی وقت انھین کہا جاتا ہے، "الیوم تجزون عذاب الھون" یہ وہی موت کا دن ہے، اسے قیامت پر لیجانا قرینہ کا محتاج ہے، اور وہ یہان نہین ہے،

کیونکہ اس کے لئے سب سے پہلے یہ ثبوت دیا جائے کہ "سکرات الموت" مین ایسی گفتگو نہین ہوسکتی نیز یہان "میت" پر کسی قسم کی خوشخبری یا عذاب کی کیفیت نہین وارد ہوتی، اگر ایسا صریح وصحیح ثبوت بہم پہنچ سکے، اس کے بعد تاویل کی ضرورت ہوگی،

یہ کوئی قرینہ نہین ہوسکتا کہ ایسے ہی ظالمون کے واسطے دوسری آیتون مین جہان عذاب کا ذکر ہے وہان روز قیامت کی تصریح ہے" ایک واقعہ کے ثبوت سے دوسرے واقعہ کی نفی یا ایک قسم کے عذاب کے دو جگہ ہونے سے، ایک ہی جگہ سمجھنا کسی قسم کا صحیح استدلال نہین، اگر زید کے صبح کھانا کھانے کا ذکر کیا جائے، پھر شام کے کھانے کا بھی ذکر ہو تو یہ استدلال صحیح نہین ہوگا، کہ جو کھانا صبح کو کھایا گیا وہی شام بھی ہے، لہذا زید نے صرف شام کے وقت کھایا، صبح نہین کھایا، آخر اس استدلال مین بجز دعوے کے کیا ہے، اور وہ بھی ایک قسم کا مغالطہ وسفسطہ،

اگر کوئی کہے کہ "مرتین" اور عذاب آخرت سب ایک ہے، کیونکہ یہ سب ایک ہی قسم کا عذاب ہے، اور اصل مین عذاب قیامت کا ہے، تو اس مین اور "تصریحات قرآن" کے مدعی مین کوئی فرق نہیں ہوگا، یہ دونون

ایک ہی قسم کے مغالطہ سے کام لے رہے ہونگے،

دیکھئے اس سے زیادہ وضاحت وصراحت پیش کرکے ہم اس سفسطہ کا خاتمہ کئے دیتے ہین، بغور ملاحظہ فرمائیے؛

فکیف اذا توفتھم الملائکۃ یضربون
وجوھھم وادبارھم

پس ان کا کیا حال ہوگا جبکہ فرشتے ان کی روحین قبض
کرینگے منھ اور پیٹھون کو مارتے ہوئے،

اسیطرح اس عالم موت مین میت کی توبہ، اپنی گذشتہ زندگی پر افسوس وغیرہ کا ذکر ہے، جسے ہم "عالم سکرات" مین لکھ چکے ہین، اس جگہ ایک نئی آیت اور ملاحظہ ہو،

وانفقوا مما رزقناکم من قبل ان
یاتی احدکم الموت فیقول رب
لولا اخرتنی - الآیہ

اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس مین سے خرچ کرو اس
سے پہلے کہ موت آجائے پس کہے اے رب مجھے
کیون مہلت نہین دیتا؟

یہ آیت بھی "عالم موت" کے متعلق صراحۃً میت کا افسوس ظاہر کررہی ہے، اسے قیامت کے لئے گھسیٹ لیجانا کسی طرح درست نہین، نصوص قرآن سے ایسی کیفیت "برزخ" اور "قیامت" دونون کے واسطے بالصراحت ثابت ہے،

موت کے وقت کی کیفیت

اسی نکتہ کو ملحوظ رکھتے ہوے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے "مرتین" کی تفسیر کے لئے کیسا عمدہ حوالہ پیش کیا ہے! ایک "مرتین" کا لفظ اپنے پرزور دلالت سے دنیا کے علاوہ دوسرے عذاب کی شہادت دے رہا ہے، اور اس کے واسطے "برزخ" کے علاوہ کوئی اور جگہ ممکن نہین، جس کی ابتدا سکرات الموت اور انتہا بعث کا نفخہ ہے؛

یہ آیت بھی بغور ملاحظہ فرمائیے،

حتی اذا جاء احدھم الموت
قال رب ارجعون لعلی اعمل
صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمۃ
ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون

یہانتک کہ جب ان کے پاس موت آجائیگی کہینگے،
اے رب مجھے لوٹا دو، کہ مین اپنی گذشتہ زندگی
مین نیکی کرون، خبردار! یہ ایک بات ہے جسے
یہ کہیگا، اور ان سے آگے قیامت تک برزخ ہے؛

دیکھئے اس آیت مین بھی عین موت کے عالم کی یہ کیفیت اور تمنی بتائی، اور اسی کے ساتھ "برزخ" کا ذکر بھی فرمایا، اس معنی مین سب سے زیادہ آخری اور قطعی یہ "تصریح" بھی پڑھئے، اور پھر انصاف سے فیصلہ کیجئے کہ "برزخ" اور عالم موت کے لئے یہ "الیوم" ہے؛ یا قیامت پر اسے لیجانا صحیح ہے،

حتی اذا ادرکہ الغرق قال امنت
انہ لا الہ الا الذی امنت بہ
بنو اسرائیل وانا من المسلمین
الآن وقد عصیت قبل وکنت
من المفسدین، فالیوم ننجیک
ببدنک لتکون لمن خلفک
آیۃ، وان کثیرا من الناس عن
آیتنا لغافلون،

یہانتک جبکہ یہ (فرعون) ڈوبنے لگا بولا "مین
بھی" لا الہ الا اللہ" کہتا ہون اور اسی واحد خدا کو
مانتا ہون جسے بنی اسرائیل مانتے ہین اور مین
مسلمانون مین سے ہون" اب مسلمان ہوتا ہے،
حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کی اور فساد کرنے
والون مین تھا، پس آج ہم تیرے بدن کو باہر
نکال دینگے، تاکہ تو پچھلون کے واسطے نشانی بنے
اور بلا شبہ بہت سے لوگ ہماری نشانیون سے
غفلت کا برتاؤ کیا کرتے ہین،

ان آیات اور دیگر آیات سے جو اسی مضمون مین بکثرت وارد ہین؛ قطعاً ویقیناً موت کے عالم کی یہ کیفیت ثابت ہوتی ہے، ایسے صریح اور نص کو "قیامت" پر لیجانا "تحریف" اور بدترین تحریف کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے؛

موت کے وقت ظہور حق

"فرعون" کے ایسے وقت مسلمان ہوجانے سے صاف واضح ہوا کہ بڑے بڑے ائمہ کفر و ضلال اس عالم یقین مین حق کے قبول کرنے کے واسطے تیار ہوجاتے ہین، مگر ایسے وقت کا ایمان واسلام قابل اعتبار نہین، یہ اس دنیا سے روانگی اور "برزخ" مین پہلا قدم ہے، اسی طرح روز قیامت ہزار دن جلے اور آرزو کرنے کا ذکر موجود ہے، نہ یہان کوئی بات قبول ہوتی ہے، نہ وہان یہ قابل اعتبار ہوگی،

"الیوم" کا فیصلہ بھی اس آیت "فرعون" نے ایسا کردیا کہ آیندہ "تصریحات" الخ کسی مدعی کے واسطے

کوئی جائے پناہ نہین مل سکتی، ظاہر ہے کہ یہ الیوم کسی طرح روز قیامت نہین جہان فرعون کا بدن باہر نکالا جائیگا" یہ عالم مرگ کا فیصلہ ہے، غرق کی عذاب کے ساتھ ساتھ اسے ہمیشہ کی ذلت وخواری کا اعلان بھی اسی وقت سنا دیا گیا، یہی "الیوم" دیگر ظالمون کے واسطے مرگ کے وقت آیا ہے، اس سے جس طرح ہم یہ نہین کہتے کہ تمام "الیوم" عالم مرگ کے لئے ہے، اسی طرح کسی مدعی "تصریحات قرآن" کو یہ حق نہین پہنچتا کہ وہ ہر ایک "الیوم" کو روز محشر بنا کر "قرآن" کی تحریف وتبدیل کرے، اور لوگون کو مغالطہ مین ڈالدے،

للہ انصاف کیجئے کہ امام بخاریؒ نے "مرتین" کی کیسی نفیس تفسیر کی؛ اور اس طرح سے قرآن کے ایک ایک لفظ کو اپنی حقیقت پر رکھکر واقعہ اور سچ کر دکھایا، نہ یہ کہ محض احتمال کی بنا پر اسے اڑا دیا، اور کوئی حقیقت نہ پیش لگگئی، اسی مرتین کی تفسیر مین یہ تیسری آیت ہے، جو نسبتہً زیادہ واضح ہے،

مولوی صاحب لکھتے ہین :-

"دوسری دلیل امام موصوف کی یہ آیت ہے :-

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿﴾

آل فرعون کو برے عذاب آگ نے گھیر لیا، جس پر وہ صبح وشام پیش کئے جائینگے یعنی قیامت کے دن حکم کیا جائیگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب مین داخل کرو،

اس آیت مین "یعرضون" کے معنی حال کے سمجھے ہین، یعنی آل فرعون صبح اور شام آگ پر پیش کئے جاتے ہین، اور قیامت کا دن جب آئیگا تو وہ سخت ترین عذاب مین داخل کئے جائین گے" چونکہ مضارع کا صیغہ حال واستقبال دونون کی گنجایش رکھتا ہے اس لئے اب ہم کو اس بات کا ثبوت دینا ہے کہ یہ آگ پر پیشی زمانہ حال مین نہین ہے بلکہ قیامت کے دن ہوگی، "قرآن" مین سورۂ احقاف مین یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ آگ پر کفار کی پیشی دوسری زندگی یعنی قیامت مین ہوگی؛

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ ۲۰/۴۶

اور جس دن کہ کفار آگ پر پیش کئے جاوینگے (ان سے کہا جائیگا) کہ تم اپنی لذتین اپنی دنیاوی زندگی مین لے چکے اور ان سے مزے اٹھا چکے،

کفار مین آل فرعون بھی داخل ہین، اس لئے وہ مستثنے نہین ہو سکتے، بلکہ ان کے متعلق خصوصیت کے ساتھ "سورۂ ہود" مین "تصریح" موجود ہے،

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۔ ۹۸/۱۱ ۔

فرعون اپنی قوم کے آگے آگے آئیگا قیامت کے دن اور ان کو آگ مین اتاریگا،

"سورۂ قصص" مین بھی ان کے لئے دنیا مین لعنت اور آخرت مین عذاب کی "تصریح" کیگئی ہے،

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۴۲/۲۸

اور آل فرعون کے پیچھے ہم نے اس دنیا مین لعنت لگا دی ہے، اور قیامت کے دن وہ برے حال مین ہونگے "، ص ۷۶

پہلے اس "تصریح" کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے،

عرض برزخ

"آل فرعون" بلاشک وشبہہ کفار مین ہین، مگر جس طرح "شہداء" عموم مومنین سے ہونے کے باوجود مخصوص اعزاز واحترام کے مستوجب ہوئے، اور یہ سب روز قیامت سے قبل "برزخ" مین ثابت ہے، پس کوئی وجہ نہین کہ "برزخ" مین بڑے بڑے کفار خاص عذاب وذلت کے مستحق نہ قرار پائین، ہر چند یہ ایک صحیح قیاس تھا، مگر نص قرآن بھی اس کے مطابق وارد ہے، پس اس کی تاویل کی کیا ضرورت ہے؛

"عرض" کے متعلق اگر ایک جگہ صبح وشام نص کیا گیا کہ کفار پیش کئے جاتے ہین، تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ روز قیامت بھی پیش نہ ہونگے، یا روز قیامت کی پیشی سے کسی طرح یہ صبح وشام کی پیشی باطل نہین ہو سکتی" نہ قابل تاویل بنجاتی ہے، کیونکہ ایک صرف پیشی اور اس کے آثار وانذار کا احساس ہے، دوسری پیشی اس مین

داخل کرنے کے لیے ہے، کیونکہ روز قیامت کی پیشی اسی لئے ہے کہ کفار وظالمین اس مین ڈال دیئے جائین، چنانچہ اس آیت مین بھی روزمرہ کی پیشی کے بعد فرمایا "روز قیامت آل فرعون کو سخت ترین عذاب مین داخل کرنیکا حکم ہوگا" کفار سے آلِ فرعون کو کون مستثنیٰ کرتا ہے؟ آپ تو ایک ہی مرتبہ پیشی بتا کر ان پر سہولت کرتے ہین، ہم روزمرہ صبح وشام نصِ قرآن کے مطابق پیشی بتاتے ہین، اور روز قیامت الگ پیشی بتاتے ہین، پس اس مغالطہ کی ضرورت نہین کہ وہ کفار سے مستثنیٰ نہین، البتہ انھین معمولی کفار سے اعلیٰ درجہ دینا بھی ایک اہم حکم ہے، جو نص قرآن "اشدّ العذاب" اور "النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا" سے صراحۃً ثابت ہے، اس سے بچانے کے لئے کبھی "روز قیامت" کی پیشی بتانا، کبھی "سورۂ ہود" کی صراحت لکھنا صحیح طریق بحث نہین، "سورۂ ہود" مین روز قیامت کے متعلق بحث ہے اور وہ سورۂ "مومن" مین بھی مزید روزانہ عذاب کے ساتھ ہے، پس ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار مومن صادق کی شان نہین، اسی طرح "سورۂ قصص" مین دنیا وآخرت کی لعنت وذلّت کا فرمان بالکل صحیح ہے، مگر اس سے یہ پیشی جو روزانہ ہوا کرتی ہے، اڑائی نہین جاسکتی، یہ مزید ذلّت وعذاب ہے، اس سے "آل فرعون" کا مرحوم ہونا ثابت نہین ہوتا، یہ لعنت مین اضافہ ہی ہوگا،

یعرضون "یعرضون" کے حال واستقبال کی بحث بھی فضول چھیڑ دی گئی، خواہ حال کے لئے لیجئے یا استقبال کے لئے، بہرطور ابھی اس کے واسطے طویل وعریض مدت باقی ہے، مگر جو کچھ بھی ہو "قیامت سے قبل" اسے رکھئے کیونکہ ایک تو غدوًّا وعشیًّا اسے قبل از قیامت معین کر رہا ہے، دوم ویَومَ تقُومُ السّاعۃ الآیہ الگ اس "عرض" کو روز قیامت سے قبل بتانے پر تلا ہوا ہے، کیونکہ یہ "عرض" صبح وشام روزانہ ہوا کرتی ہے، اور روز قیامت "ادخِلوا" سے ان کی خاطر کی جائیگی، وہان صرف "عرض" نہین ہے،

عظیم الشان تحریف آیت قرآنی کے معنی صاف وصریح ہین کہ "آل فرعون صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہین، اور روز قیامت حکم ہوگا کہ انھین سب سے زیادہ سخت عذاب مین داخل کرو" مگر چونکہ اس سے "عذاب برزخ" کا ثبوت ملتا ہے، جو کسی طرح "قرآن کے" "تصریح پرست" کی مرضی کے مطابق نہین اس لئے اس آیت کی یون

تحریف کیگئی "آلِ فرعون کو برے عذاب آگ نے گھیر لیا، جس پر وہ صبح وشام پیش کئے جائین گے، یعنی قیامت کے دن حکم دیا جائیگا کہ آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب مین داخل کرو"

ایک تو "یعنی" اپنی طرف سے اضافہ کیا، جو اللہ کے کلام مین تبدیل ہے، پھر صبح وشام کے پیش ہونے کو اس طرح بتانا کہ "روز قیامت حکم ہوگا انھین سخت ترین عذاب مین داخل کرو" گویا صبح وشام کا لفظ لغو اور فضول ہے، آخر اسی واسطے "قرآن" پر عمل کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کے الفاظ کو اس طرح بگاڑ دیا جائے، اور بلا کسی معقول ومدلّل شہادت کے جس طرح جی مین آوے تاویل کر دیجائے، پہلے اس روزانہ صبح وشام کی پیشی کا فیصلہ کیجئے، پھر روز قیامت داخل کرنے کا حکم بتائیے، یہ کیا ظلم ہے، کہ آیت صراحۃً روزانہ صبح وشام کی پیشی بتائے اور مدعی عمل بالقرآن یہ کہے کہ "یعنی روز قیامت حکم دیا جائیگا الخ" یہ خوب تفسیر ہے،

یہان صرف ایک صورت ممکن ہے اور وہ یہ کہ صبح وشام کی عرض کو غلط بتا کر یوم القیامۃ کو بدل الغلط بتایا جائے، اس طرح "قرآن فہمی" اور "اعجاز قرآن" خوب واضح ہوگا،

گر تو قرآن بدین نمط خوانی — ببری رونقِ مسلمانی،

ستعلم لیلی ای دین تداینت — وأی غریم بالتقاضی غریمہا

دیکھئے "قرآن" کا دعویٰ زبان سے کرنا آسان ہے، لیکن اسے صحیح طور پر سمجھنا، اس کے مطابق اعتقاد وعمل قائم کرنا، اور اس کے ایک ایک لفظ کو اپنی جگہ رکھنا، یہ سب اتباع رسولؐ کے بغیر کسی طرح حاصل نہین ہوسکتا، اسی لئے فرمایا "لایجاوز حناجرھم" حلق سے نیچے قرآن نہین اترتا، دعویٰ کرنا آسان ہے اسے ثابت کرنا، اور اس کے مطابق ظاہر وباطن کرنا ہی مشکل ہے،

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے "مرتین" کی تفسیر کس خوبی وعمدگی سے فرمائی، اور عذاب قبر کس طرح ثابت کیا، اسے اچھی طرح اوپر کے بیان سے معلوم کر سکتے ہین، اس طرح علمائے اسلام نے قرآن کے ایک ایک لفظ کی چھان بین کی ہے، اور ان کی قرنون کی محنت سے استفادہ نہ کرنا علم واستدلال کا خون کرنا ہے، اور جہل و ادعا

کا ساتھ دینا،

بخاری مین احادیث عذاب قبر

اس جگہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے "عذاب قبر" کی بابت جو روایات دی ہین، ان کا خلاصہ بھی دے دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سمجھنا اور اسے سمجھانا بخوبی معلوم ہوتا ہے، اس مین ہر ایک بیان پر "قرآن" کی شہادت موجود ہے، اجمال و تفصیل کا فرق ہوگا، فرماتے ہین:-

"میت کا جنازہ جب تیار ہوتا ہے اور لوگ اسے لیجاتے ہین تو نیک یہ کہتا ہے مجھے جلد لیچلو، جلد لیچلو، بد کہتا ہے" اے میری تباہی! مجھے کہان لیجاتے ہو" جب اسے قبر مین رکھ کر آتے ہین، تو ایسے وقت مین کہ ابھی ان کے جوتون کی آہٹ سنتا ہے دو فرشتے اس کے پاس آکر اسے بٹھاتے ہین، اور یہ دریافت کرتے ہین، تیرا رب کون ہے؟ تیرا اس شخص کی بابت کیا خیال ہے، مسلمان کلمہ شہادت پڑھتا ہے، اور توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہے، اس کے بعد اسے جہنم دکھائی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے اگر تو کفر کرتا تیرا یہ ٹھکانا ہوتا، پھر جنت دکھائی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے دلہن کی نیند سوجا، اس کے واسطے قبر مین نور اور وسعت کیجاتی ہے،

منافق و کافر نہ توحید کا اقرار کرتا ہے، نہ رسالت کو سچائی سے بتاتا ہے، منافق کہتا ہے ہاے ہاے مین ٹھیک ٹھیک نہین کہہ سکتا، لوگ اس طرح کہا کرتے تھے، اسے لوہے کے گرز سے مارا جاتا ہے، وہ چیختا ہے جسے انسان و جن کے سوا سب سنتے ہین،

روزانہ صبح و شام انسان کو اسکا ٹھکانا جنت یا دوزخ سے بتایا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے روز قیامت تجھے یہ ملے گا،

نسأل اللہ ان یجعلنا من عبادہ المخلصین، ویختم لنا بالحسنی انہ ارحم الراحمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم،

(۱) حیات انبیاء

اب ہم برزخ کے متعلق گیارہوین بحث شروع کرتے ہین،

"شہداء" کے بیان مین مولوی صاحب تحریر کرتے ہین:-

"حضوری جو شہداء کے لئے ہے "قرآن کریم" کے رو سے کسی دوسرے کو حاصل نہین، خود نبی کو بھی قیامت کے دن مین ہوگی،

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ، ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۔ $\frac{۳۱}{۳۹}$	بیشک تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں، پھر قیامت کے دن تم اپنے رب کی حضوری مین اپنے جھگڑے پیش کروگے۔

اگر مسلمان یہ خیال کرکے کہ "انبیاء" کے روحانی مراتب "شہداء" سے بہرحال بڑھکر ہین، انبیاء کی حیات برزخیہ کا عقیدہ رکھتے ہین، لیکن اولاً عقیدہ مین قیاس کی گنجایش نہین ہے، اور ثانیاً یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ نبی کو اللہ نے خود کہا ہے "انک میت" اور شہداء کے لئے ممانعت فرمائی ہے کہ ان کو مردہ نہ کہو" صفحہ ۹۲

مولوی صاحب دعوی اور دلیل مین مطابقت سے ابتک واقف نہین ہوئے، اس لئے ہر جگہ دعوی کرکے اسکے مطابق دلیل پیش کرنے سے عاجز ہوجاتے ہین، اگر کچھ پیش کرتے ہین تو اس مین مطابقت نہین دکھا سکتے ہین، اس جگہ بھی دعوی یہ ہے کہ "انبیاء کی برزخی حیات نہین ہے" دلیل مین آیت "انک میت" پیش کی ہے،

موت دنیاوی اور حیات برزخی مین منافات نہین

موت اور حیات برزخ مین کسی قسم کی منافات نہین، نہ موت کے لفظ سے "برزخ" کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے نہ ممات، جس طرح اثبات نہین نفی بھی نہین،

"موت" کا بیان اوپر مفصل ہوچکا کہ "روح" کا جسد سے انفصال موت کہلاتا ہے، یہ کوئی بھی نہین مانتا ہے کہ "انبیاء" یا "شہداء" حیات دنیا کی طرح "برزخ" مین زندہ ہین، حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا جو یہ خیال تھا کہ ابھی آپ کی وفات نہین ہوئی، اسی وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دور کردیا، اور آپ کی موت کا اعلان کیا، جسے سب نے بالاتفاق تسلیم کیا،

آیت "انک میت" سے "برزخ" کے لئے استدلال کرنا غلط ہے، کیونکہ اسی مین "انہم میتون" بھی ہے،

یہ تمام صحابہ کے لئے بلا استثنار روا رہے، ان مین شہدار بھی شامل ہین، دوسری بحث مین ہم مدلل لکھ چکے ہین، کہ موت اور احکام موت مین شہدار و غیر شہدار سب یکسان ہین، اگر روحانی حیات جو "برزخ" مین ہے اس کے مدارج ہونگے، رہا شہدار کو اموات نہ کہنے کا ہمین جو حکم فرمایا ہے وہ محض اعزاز کے طور پر، یہ بھی ممکن ہے ان کے اجساد نیند والون کی طرح ہمیشہ کے واسطے محفوظ ہون، مگر انھین "اموات غیر احیاء" بھی فرمایا کیونکہ ان کے اجساد مین ارواح نہین، نیز یہ تمام دنیاوی احساسات و ادراکات سے خالی ہین،

انبیاء اور صلحاء کی حیات برزخیہ

پس اس آیہ کریمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے برزخی معاملہ پر کوئی روشنی نہین پڑتی، نبی تو نبی اس کے بہت سے متبعین کے واسطے موت کے ساتھ ہی جنت مین جانیکا حکم ہوتا ہے،

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي	کہا گیا، جنت مین چلی جا؛ بولا اے کاش میری قوم
يَعْلَمُونَ، بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي	معلوم کرتی جو کہ میرے رب نے میری مغفرت کی
مِنَ الْمُكْرَمِينَ،	اور مجھے باعزت لوگون مین رکھا،

انبیاء و رسل سے بڑھ کر دنیا مین کوئی مخلوق نہین، ان کے مراتب سے بڑے سے بڑے مرتبہ والا پست تر ہوگا، یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑا "شہید" کسی نبی کے برابر کبھی نہین ہو سکتا، "شہید" کے عمل موت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہین، نبی کے عمل کا سلسلہ اس کے ماننے والون کے ساتھ برابر جاری رہتا ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "شہید" اور معمولی موت سے مرنے والے مین فیصلہ فرمایا، صحابی نے خواب مین اس معمولی موت سے مرنے والے کو "شہید" سے بالاتر پایا، تو تعجب سے آپ کے حضور مین ذکر فرمایا، آپ نے فرمایا تعجب کی کیا بات ہے؛ اس نے اس کے بعد مدت تک نماز و روزہ اور دوسرے نیک کام نہین کئے؟ آخر یہ کہان جائینگے"،

اگر بالفرض "شہید" کے واسطے "میت" نہ کہنے کا استثنار پیش کیا جائے تو اس سے اس کا درجہ بلند نہین ہو سکتا نہ حیات برزخ مین وہ نبی سے فوق ہو سکتا ہے، کیونکہ جزوی فضائل سے کلی فضائل پر برتری نہین ثابت ہو سکتی، دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے، حضرت آدم بن مان باپ کے، اس لحاظ سے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل نہین ہو سکتے،

"شہید" دراصل ایک معمولی سپاہی ہے، جو اس افسر کی ماتحتی مین مخصوص اعزاز کا مستحق ہوا، پس وہ مدارج اور فضائل مین کسی طرح اپنے افسر سے بڑھ نہین سکتا، انبیاء شہید گر تھے، انکا جہاد "شہید" سے بدرجہا اعلیٰ تھا، وہ جہاد اکبر کرتے ہوئے اس دار فانی سے رحلت فرماتے تھے،

دار ثانی مین جو بہترین رفقار ہین ان مین اعلیٰ درجہ "انبیاء" اللہ کا ہے یہی منعم علیہم مین اول اور اعلیٰ درجہ پر ہین، پس ان کے واسطے دنیا کی طرح "برزخ" اور "قیامت" سب اعلیٰ ہوگی، اور اسی کا ذکر کتاب و سنت مین ہے، اسے قیاس مع الفارق بتانا ایک بین غلطی ہے،

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو آخری عمر مین یہ پیغام دیا جاتا تھا کہ آپ اپنا کام ختم کر چکے، چاہین تو ابھی دنیا مین رہین، چاہے رب کے حضور مین ملاقات کے لئے آجائین، لیکن "موت" کا مزہ ایک نہ ایک دن چکھنا ہوگا، اس سے مفر نہین، وہ دنیا کی زندگی کو اللہ کی ملاقات پر قربان کرتے تھے، اور ملأ اعلیٰ مین چلے جاتے تھے، ہمارے نبی کریم سے بھی ایسا ہی سوال ہوا، آپ نے ایک خطبہ مین اس کا ذکر فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو دو باتون مین سے ایک بات قبول کرنے کو کہا، اس نے اللہ کے قرب و لقا کو پسند کر لیا" یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، اس پر دوسرے اصحاب کو تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو دو باتون مین سے ایک کا اختیار دیا، اسمین رونا کیسا، لیکن آپ کے انتقال پر یہ راز کھلا، اس وقت لوگون نے سمجھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کس قابلیت اور اختصاص کے شخص تھے؟ اور بندہ سے کون بندہ مراد تھا،

تلخیص و تبصرہ

بودھ مذہب کی مشہور کتاب "رتناولی"

ناگ ارجن کا شمار ہندوستان کے اکابر فلاسفہ اور بودھ مذہب کی عظیم ترین شخصیتون مین ہے، اسکا زمانہ تیسری صدی عیسوی کا ابتدائی دور ہے، اسکی مشہور تصنیف "رتناولی" کے اقتباسات ہندوستان اور تبت کے بودھ لٹریچر مین منتشر طور پر پھیلے ہوئے تھے، لیکن حال تک اس کتاب کا کوئی قلمی نسخہ دریافت نہین ہوا تھا، تھوڑے دن ہوئے نیپال مین اسکا ایک بڑا حصہ دستیاب ہوا ہے، یہ اصل کتاب کا محض ایک جزو ہے اور کھجور کے پتون پر لکھا ہوا ہے، "جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی"۔ لندن، (اپریل ۳۴ء) مین اس حصہ کا پہلا باب انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے؟

کتاب کا موضوع بودھ مذہب کے ایک پیرو فرمانروا کو بودھ مذہب کے اخلاق و موعظت کے حکیمانہ پند و نصائح کرنا ہے، یہ پہلا باب ۷۹ اشلوکون پر مشتمل ہے، ہر اشلوک مین کسی نہ کسی اخلاقی اصول یا عقیدہ کو حکیمانہ انداز بیان مین بطور اصول بیان کیا گیا ہے، مثلاً حیات کامل اور نجات کے متعلق ہے:-

"حیات کامل مسرت خیال کیجاتی ہے، اور نجات حیات عارضی سے آخری طور پر آزاد ہو جانے کو کہتے ہین، مسرت اور نجات کے حصول کا طریقہ عقیدہ اور دانشمندی مین مختصر طور پر بیان کر دیا گیا ہے،

عقیدہ کے ذریعہ سے انسان شریعت مین حصہ لیتا ہے اور دانشمندی کے توسط سے حقیقت کے مطابق سمجھتا ہے، دونون مین افضل دانشمندی ہے، اگرچہ عقیدہ پہلے آتا ہے"

اخلاقیات کی تلقین کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

"انسان کو چاہئے کہ اپنے اعمال، اقوال اور خیالات کی جانچ احتیاط کے ساتھ کرے اور دیکھے کہ اس کے

اور دوسرون کے لیے کیا چیز اچھی ہے، یہ اُسے ہمیشہ کرنا چاہئے، ایسا ہی شخص دانشمند ہوتا ہے،

قتل نفس، سرقہ اور زنا سے اجتناب، جھوٹی، اتہام لگانے والی درشت، اور لغو باتون سے پرہیز حرص، نفرت، اور اعمال انسانی کے نتایج سے متعلق غلط رائے قائم کرنے اور ان کے وجود سے انکار کرنے سے کامل احتراز، یہی نیکیان دس خالص و صالح اعمال ہین، جو اعمال ان کے مخالف ہین، وہی دس غیر صالح اعمال ہین،

خمریات سے پرہیز کرنا، جائز طور پر معاش حاصل کرنا، کسی کو تکلیف نہ پہنچانا، کسی کو کچھ دیتے وقت مہربانی سے پیش آنا، جو لوگ احترام کے مستحق ہین اُن کے ساتھ احترام برتنا، اور سب کے ساتھ دردمندی رکھنا، یہی خلاصہ شریعت کا،

اس کے بعد نفس کشی کی برائیان بیان کرنے اور شریعت کے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر، دوسرے راہون پر سرگردان پھرنے والون کا تذکرہ کرنے کے بعد پھر موعظت کے چند اشلوک آتے ہین:-

"دروغگوئی کا پھل نفرت ہے، تہمت رکھنے سے دوستی کا خاتمہ ہو جاتا ہے، سخت گفتگو کرنے سے غیر خوشگوار باتین سننی پڑتی ہین اور لغو باتوں کا جواب قابل افسوس الفاظ ہوتے ہین،

حرص ہر خواہش کو ناکام رکھتی ہے، نفرت خوف کی اصل کہی جاتی ہے، غلط رائے قائم کر لینے سے کسی چیز کو صحیح طور پر معلوم کرنا محال ہو جاتا ہے، خمریات کے استعمال سے دماغی انتشار پیدا ہوتا ہے، لالچ افلاس کا سبب ہے، بری معیشت فریب کھانے کا، غرور پست پیدائش کا، اور حسد ذاتی طاقت کی کمی کا،

اس کے بعد بودھ مذہب کے فلسفیانہ مسائل کا بیان ہے، اور تقریباً پورے باب مین انہی فلسفیانہ مباحث کو جن مین بودھ مذہب کے فلسفیانہ عقائد کا بیان ہے، اصول اور کلیون کی تحت مین پیش کیا گیا ہے، مثلاً:-

بیوقوف جب یہ سنتا ہے کہ "مین نہ ہون نہ کبھی ہونگا، نہ کوئی چیز میری ہے، نہ کبھی میری ہوگی" تو وہ خوفزدہ ہو جاتا ہے، لیکن دانشمند ہر خوف پر غالب آتا ہے،

بودھ نے کہا ہو کہ یہ خیال کرنا غلطی ہو کہ "انا کوئی وجود رکھتا ہے یا کوئی شے اسکی ملک ہے، حقیقت مطلق کے رو سے یہ کہنا غلطی ہے کہ انا (EGO) کوئی وجود رکھتا ہے، یا کوئی شئے اس کی ملک ہے،

کیونکہ اشیار کی حقیقت کو پورے طور پر سمجھ لینے کے بعد یہ دونوں مفروضے ناممکن ہو جاتے ہیں،

جن اشیار کے مجموعے سے ایک ذات بنتی ہے وہ ایک شخصیت کے فرض کر لینے سے پیدا ہوئی ہیں، لیکن یہ شخصیت حقیقت مطلق کے نقطۂ نظر سے غیر حقیقی ہے، پس جب کسی شے کا بیج ہی غیر حقیقی ہو تو اسکا پودا کیونکر حقیقی ہو سکتا ہے

اگر کوئی مجموعوں کو غیر حقیقی سمجھ لے تو شخصیت کو فرض کرنا ترک کر دے اور جب شخصیت کو فرض کرنا ترک کر دیا جائے تو پھر مجموعوں کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی،

جس طرح آئینے میں کوئی اپنے ہی چہرہ کا عکس دیکھتا ہے، اگرچہ واقعۃً وہ عکس کوئی حقیقت نہیں رکھتا اسی طرح مجموعوں کے توسط سے انسان شخصیت کو دیکھتا ہے، حالانکہ دراصل وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی، بلکہ مثل چہرہ کے عکس کے ہے،

جس طرح آئینہ کے ذریعہ کے بغیر چہرہ کا عکس نہیں دیکھا جاسکتا اسی طرح مجموعوں کے توسط کے بغیر شخصیت بھی نہیں دیکھی جاسکتی۔

زندگی کی گردش شخصیت، کرم، اور پیدائش کے تسلسل کے ساتھ جو ایک دوسرے کا سبب ہیں برابر جاری ہے

"نروان" عدم وجود بھی نہیں ہے، پھر یہ وجود کیونکر ہو سکتا ہے؟ نروان نام ہے وجود اور عدم وجود کے خیال کو فنا کر دینے کا،

فلسفۂ فنائیت (NIHILISM) کا نظریہ مختصرًا یہ ہے کہ "کرم" کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، یہ خیال پر معصیت اور دوزخ میں دوبارہ پیدا ہونے کا سبب ہے،

فلسفۂ حقیقیت (REALISM) کا نظریہ مختصرًا یہ ہے کہ "کرم" کا نتیجہ مرتب ہوتا ہے، یہ عقیدہ مسرور حالات میں دوبارہ پیدا ہونے کا باعث ہوتا ہے، یہی صحیح عقیدہ ہے،

صحیح علم کے ذریعہ جب کوئی شخص وجود اور عدم وجود کے خیال کو فنا کر دیتا ہے تو وہ معصیت اور نیکی کے دائرہ سے نکل جاتا ہے، اسی وجہ سے بزرگانِ دین کا بیان ہے کہ یہی وجود کے بھلے اور برے حالات سے نجات پانا ہے،

جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ ہر ابتدا اپنا سبب رکھتی ہے، تو وہ نظریہ فنائیت کو چھوڑ دیتا ہے، اور جب وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اسباب کے ذریعہ اشیار کا فنا ہونا مقدر ہو چکا ہے، تو نظریہ حقیقیت کو ترک کر دیتا ہے،

اگر کوئی سبب نتیجہ سے قبل یا اس کے ساتھ پیدا ہو تو ہر دو شکل میں حقیقت مطلق کے نقطۂ نظر سے وہ سبب نہیں ہو سکتا، واقعۃً پیدائش کا تخیل وضعی یا حقیقی کسی نقطۂ نظر سے بھی نہیں کیا جاسکتا،

اگر کوئی شخص سراب کو دور سے دیکھے اور اسے پانی خیال کر کے قریب جائے اور تب اسکی سمجھ میں آئے کہ وہ پانی نہیں ہے تو ایسا شخص بے وقوف ہے، اسی طرح جب کوئی شخص اس دنیا کے جو مثل سراب کے ہے وجود یا عدم وجود کا قائل ہو تو ایسا شخص بھی گمراہی میں مبتلا ہے، اور جہاں گمراہی ہے وہاں نجات نہیں،

فلسفۂ فنائیت کا عقیدہ رکھنے والے برے حالات میں دوبارہ پیدا ہونگے اور فلسفۂ حقیقیت کے قائل اچھے حالات میں، لیکن نجات انھی کو حاصل ہوگی جنھوں نے اشیاء کو ویسا ہی سمجھا ہے، جیسی وہ حقیقۃً ہیں،

اگر صورتوں میں ہمیشہ تغیر ہوتا رہتا ہے تو پھر کیا وجود عارضی نہیں ہے؟ لیکن اگر برخلاف اس کے تغیر ہوتا ہی نہیں تو تم ان تبدیلیوں کی کیونکر تاویل کروگے جو اشیار میں صراحۃً نظر آتی ہیں؟

وجود کا عدم وجود صرف فساد یا تضاد کے ذریعہ ممکن ہے، لیکن فساد یا تضاد کا تصور بھی کیونکر ہو سکتا ہے اگر وجود منطقی طور پر ناممکن ہے؟

لہذا "نروان" کے حصول سے مراد دنیاوی وجود کا فساد نہیں، یہی سبب ہے کہ جب بودھ سے دریافت کیا گیا کہ اس دنیا کا کوئی خاتمہ بھی ہے تو وہ خاموش رہا۔

"ع ز"

اخبار علمیہ

امریکہ مین ہیئت سے عام دلچسپی

ریاستہائے متحدہ امریکہ مین ہیئت سے شغف روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے، تخمینہ کیا گیا ہے کہ سرکاری
رصد خانون کے علاوہ اس علم کے شائقین نے اس وقت تک ایک ہزار سے زاید اپنے ذاتی رصد خانے قائم کر لئے
ہین، یہ لوگ دن مین مختلف کاروبار مین مشغول رہتے ہین اور غروب آفتاب کے بعد پورے انہماک کیساتھ سیارون
کے مطالعہ مین مصروف ہوجاتے ہین، چنانچہ امریکہ کے مشہور ہیئت دانون مین ایک ممتاز شخص جس نے نجوم متغیرہ
کا کثرت سے مطالعہ کیا ہے کوئی پیشہ ور ہیئت دان نہین ہے، بلکہ وہ موٹرون کے پرزے بناتا ہے، اس کا نام
کھیت
بلیٹر (PELTIER) ہے، اسکی شہرت تمام دنیا مین پھیل چکی ہے، اگرچہ اسکا چھوٹا سا رصد خانہ ایک معمولی
مین بنا ہوا ہے، اس نے نہ صرف ہزارون نجوم متغیرہ کا مطالعہ کیا ہے بلکہ چار نئے دمدار ستارے بھی دریافت کئے
ہین جو اسی کے نام سے مشہور ہین ایک دوسرے غیر پیشہ ور ہیئت دان کلائڈ ٹومبا (Clyde. W.
Tombaugh) نے سیارہ پلوٹو (Pluto) کو دریافت کرکے اسکی تصویر لے لی ہے، اسکا یہ اکتشاف فنی
حیثیت سے حد درجہ اہم اور عظیم الشان بتایا جاتا ہے، یہ شخص ایک کاشتکار کا لڑکا ہے اور شروع مین اپنے باپ
کے کھیت مین ایک دوربین نصب کرکے ستارون کا مطالعہ کیا کرتا تھا، اسی طرح ایک اور مشہور ہیئت دان جسنے
اکثر ستارون اور سیارون کی تصویرین لی ہین، گسٹاوس کوک (Gustavus Cok) نامی ایک
بینکر اور کسی لوہے کے کارخانہ کا عہدہ دار ہے، حال مین اس نے متعدد تصویرون مین آفتاب کی محوری گردش
کو کامیابی کے ساتھ دکھایا ہے، ولیم ہنری (William Henry) ایک دوسرا غیر پیشہ ور ہیئت دان ہی

جو سیارون کی تصویر لینے مین بہت شہرت رکھتا ہے، اسکو آفتاب کے دھبون اور انوار شمالی کا درمیانی تعلق
دریافت کرنے سے خاص دلچسپی ہے، ڈیوڈ پکرنگ (David Pickering) نامی ایک سابق
جوہری کا شمار بھی اُن لوگون مین ہے جو نجوم متغیرہ کے مطالعہ کے لئے امریکہ مین مشہور ہین، مردون کے علاوہ
عورتون مین ہیئت کا شوق بڑھتا جاتا ہے، مسز ہاس (Mrs Haas) نامی ایک خاتون اس فن
مین بہت کامیاب خیال کیجاتی ہین، ان کے دن امور خانگی کی نگرانی اور بچون کی نگہداشت مین گذرتے ہین،
اور راتین نجوم متغیرہ کے مطالعہ مین صرف ہوتی ہین، مذکورۂ بالا اشخاص کے علاوہ جو ہیئت دانی مین امتیازی
شہرت رکھتے ہین سیکڑون اشخاص ہین جنھون نے محض تفریحاً اس فن کو اختیار کر لیا ہے، یہ لوگ اپنے مخصوص
پیشون سے جو وقت بچاتے ہین وہ اسی مین صرف کرتے ہین،

دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ

ایک جرمن سائنس دان ڈاکٹر روش (Dr. Rosch) نے حساب لگایا ہے کہ اگر سطح بحر کے بجائے
کرۂ ارض کے مرکز سے پیمایش کی جائے تو دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ کوہ ہمالیہ کی چوٹی ایورسٹ نہین بلکہ کوہ انیڈیز
(پیرو، جنوبی امریکہ) کی چوٹی چنبورازو (Chimborazo) ہوگی، اس حساب سے چنبورازو کرۂ
ارض کے مرکز سے (۳۹۶۶٫۹۹) میل ہے اور ایورسٹ صرف (۳۹۶۵٫۶۶) میل ہے، اور چوٹیان
ہواسکارن (Huascaran) (پیرو مین) کوٹو پاکسی (Cotopaxi) (ایکوئیڈر مین) کینیا
(Kenia) (مشرقی افریقہ مین) اور کیلی منجارو (Kilimanjaro) (افریقہ مین) ایورسٹ
کی بہ نسبت مرکز ارض سے بلند تر ہین، پیمایش کے اس فرق کا سبب یہ ہے کہ زمین خط استوا پر ابھری ہوئی ہے

بیج کی قوت پیداوار مین اضافہ

اطالیہ کی قومی مجلس تحقیق (National Research Council) کے سائنس دان
بجلی کے ذریعہ سے بیج کی قوت پیداوار مین اضافہ کی کوشش کر رہے ہین، ان کا مقصد ہے کہ جہانتک

غلہ کا تعلق ہے، اطالیہ دوسرے ممالک کی مدد سے، بے نیاز ہو جائے،

امریکہ مین اسلامی آبادی

رسالہ مسلم ورلڈ کی ایک اطلاع سے جو مہتمم انجمن اسلامیہ، امریکہ سے حاصل ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ مین مسلمانون کی آبادی کا تخمینہ پچاس ہزار سے ڈھائی لاکھ تک کیا جاتا ہے مگر ڈھائی لاکھ کی تعداد زیادہ مستند خیال کیجاتی ہے، اس تعداد کا بڑا حصہ جنوبی اور وسط امریکہ کے نخلستانون اور کشت زارون مین مزدوری کرتا ہے، بہتیرے مسلمانون نے شمالی امریکہ مین قیام نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنی مقامات مین بود و باش اختیار کر لی ہے، جنوبی امریکہ کے مسلمان زیادہ تر ارجنٹائنا، برازیل، اور گائنا مین پائے جاتے ہین، جزیرہ ٹرینی ڈاڈ مین بھی ان کی ایک بڑی تعداد ہے، برازیل مین مسلمانون کو کام کرنے کے متعدد مواقع حاصل ہین لیکن افسوس یہ ہے کہ مسلم جماعتین زمینین حاصل کر کے اپنی نوآبادیان قائم نہین کر رہی ہین، وسط اور شمالی امریکہ مین مسلمان مختلف ریاستون مین پھیلے ہوئے ہین، شمالی امریکہ مین نومسلمون کی تعداد تقریباً پانچہزار ہے، ان مین سے زیادہ تر امریکہ کے حبشی النسل ہین سفید نسل کے نومسلم تقریباً ایک ہزار ہین، متعدد جماعتین نماز کے لئے کرایہ کے مکانون مین اکٹھا ہوتی ہین، بروکلین (نیویارک) مین ایک مسجد بھی ہے، جو تاتاری مسلمانون کی ملک ہے، شہر نیویارک مین قاہرہ کی بین الاقوامی مصری تنظیم کی ایک شاخ ہے، جو ینگ منس مسلم ایسوسی ایشن (Young men's Muslim Association) کے نام سے مشہور ہے، وہین ایک سوسائٹی اخوت اسلامی (Muslim Brotherhood) نامی بھی ہے جو مقامی طور پر تبلیغ اسلام کا کام کرتی ہے، شکاگو مین مورس (Moors) کا ایک مذہبی ادارہ ہے جس کی متعدد شاخین ہین، انجمن احمدیہ بھی اپنی مختلف شاخون کے ساتھ موجود ہے، نیویارک مین ایک شخص صوفی عبد الحمید نامی ہے، جس نے حال مین ایک انجمن قائم کی ہے، اور اس کے ذریعہ سے حبشیون مین اسلام کی اشاعت کر رہا ہے، انجمن اسلامیہ، امریکہ وہان کے مسلمانون کو ایک غیر فرقہ وارانہ اور غیر سیاسی بنیاد پر متحد کرنے کی کوشش کر رہی ہے،

"ع ز"

ادبیات

"رُویائے مزمل"

از

جناب نواب بہادر ڈاکٹر سر محمد مزمل اللہ خان بہادر ال، ڈی،

جناب نواب صاحب بہادر کی تعلیمی کوششون، رفاہ عام کی دلچسپیون، اور مالی فیاضیون سے سب لوگ واقف ہین، مگر یہ بہت کم صاحبون کو معلوم ہے کہ وہ فارسی کے پرگو شاعر بھی ہین، چند سال ہوئے کہ معارف نے ان کا ایک فارسی قصیدہ چھاپا تھا، اور اہل علم نے اس کو پسند کیا تھا، آج ہم ان کے فیضِ چمنِ سخن اور بہارِ سخن کا ایک تازہ گلدستہ پیش کرتے ہین،

نواب صاحب ممدوح اپنے والانامہ مین اپنے اس تازہ الہام کا شانِ نزول یون رقم فرماتے ہین:-

. . . . مین نے جناب کی کتاب لاجواب حیات خرید کی تھی، اور زمانۂ علالت ونقاہت مین، باوجود منعِ اطبا تین شب مین اس کو ختم کیا، اس وقت سے حیران ہون کہ جناب کی اس بے نظیر وعدیم المثال تحقیقات، نکتہ شناسی ونکتہ رسی کی بابت کیا عرض کرون، مختصر یہ ہے ع

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست،

دل تو یہ چاہتا تھا کہ ساری کتاب پر ایک ریویو لکھ ڈالون، لیکن نہ اتنی فرصت . . . . . . نہ ایسی صحت . . . . . کہ ریویو لکھ کر آپ کو بھیجدون، مجبوراً خاموش رہا، اور دعائے فلاح دارین پر اکتفا کیا، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم،

کتاب کے مطالعہ کے دوران مین اور فی الواقع تقریباً حالت خواب مین تین شب مین تین رباعیان خیال مین آئین جو آج نقل کرکے حاضر خدمت کرتا ہون،

مین نے اسوقت تک جو کچھ موزون یا ناموزون کہا ہے وہ سب فارسی مین ہے، اردو مین نہ کچھ کہا ہے نہ کہنا آتا ہے، اس کے متعلق بھی ایک رباعی لکھی تھی وہ حاضر خدمت ہے:

(مزمّل)

جناب نواب صاحب بہادر نے میری کتاب خیام کی نسبت جو اظہار رائے فرمایا ہے وہ ان کی قدر افزائی اور حسن ظن ہے، ع نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین،

کتاب کے مطالعہ کا جو اثر نواب صاحب کی ملہمانہ قوتِ شاعری پر پڑا، اور جو موزون ترانون کی صورت مین "رویائے صادقہ" بنکر ظاہر ہوا، اس کو مین مصنف کے قلم کی قوتِ تاثیر کے بجائے، شاعر کی بیدار قوت تخیل کی سحرکاری جانتا ہون۔

(سلیمان)

۱

خیام بگوید کہ جہان جملہ سراب است
سرمایۂ گیتی ہمہ عیش است و شراب است

من نیز جہان را گذران دانم ولا شے
در مشربِ من حاصلِ آن کار ثواب است

۲

شبے بخواب یکے طرفہ ماجرا دیدم
سفید ریش بزرگے چو پارسا دیدم

بمن بگفت کہ خیامم اے مزمّلِ من
دعا رسان بہ سلیمان کزو وفا دیدم

(شب مابین ۱۸ و ۱۹ دسمبر ۳۳ء)

۳

مے خوارئِ شاعران زایہام بود
ذکرِ مے و معشوق در و عام بود

چون سعدی و جامی نبود فارغ ازین
خیامِ غریب مفت بدنام بود

(شب مابین ۱۹ و ۲۰ دسمبر ۳۳ء)

خطیب سے خطاب

از جناب اسد ملتانی بی اے

شعراء کے بے عمل ہونے پر تو آیہ "یقولون مالا یفعلون" نے مہر تصدیق ثبت کردی ہے لیکن پہلے زمانے کے شعراء بے عمل واعظون کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا کرتے تھے، آجکل اس جماعت کو لیڈرون، پروفیسرون، کونسل کے ممبرون اور مختلف قسم کے لکچرارون نے بہت وسیع کردیا ہے، لہذا عنوان نظم مین "خطیب" کا لفظ ان سب پر مشتمل سمجھا جاسکتا ہے،

نیازمند۔ اسد ملتانی

ذوق ایثار و عمل کا نہ تجھے ہے نہ مجھے
زیست اس طرح کی زیبا نہ تجھے ہے نہ مجھے

ڈھونڈتے رہتے ہین لذت سخن آرائی مین
عملی کام کا چسکا نہ تجھے ہے نہ مجھے

مست رکھتا ہے ہمین نشۂ صہبائے سخن
حاجتِ ساغر و مینا نہ تجھے ہے نہ مجھے

ہمہ تن قال ہی رہنا ہے کہان کی دانش؟
مان لیتا ہون کہ سودا نہ تجھے ہے نہ مجھے

اپنی اُن باتون کو ہم چاہتے ہین منوانا
جن پہ الہام کا دھوکا نہ تجھے ہے نہ مجھے

ہے وہ مسحور فقط حُسن کے ہماری باتین
قوم نے غور سے دیکھا نہ تجھے ہے نہ مجھے

یہ تو سوچین کہ بھلا دین کی کیا خدمت کی؟
مین نے مانا غمِ دنیا نہ تجھے ہے نہ مجھے

فکر پہ فخر مجھے اور تجھے نطق پہ ناز
دست و بازو پہ بھروسا نہ تجھے ہے نہ مجھے

میرا چلتا ہے قلم اور تری چلتی ہے زبان
حوصلۂ جنبشِ پا کا نہ تجھے ہے نہ مجھے

تجھکو تقریر سے مطلب ہے مجھے اشعار سے کام
حالتِ قوم کی پروا نہ تجھے ہے نہ مجھے

جان نثاری کا سبق دیتے ہین سب کو لیکن
اپنی تکلیف گوارا نہ تجھے ہے نہ مجھے

لاکھ اسد ہم کو دکھائے رہِ میدانِ عمل
اپنے کوچے سے نکلنا نہ تجھے ہے نہ مجھے

مطبوعات جدیدہ

تذکرۂ ریختہ گویان، سید فتح علی حسینی گردیزی، مرتبہ مولوی عبدالحق صاحب بی اے، ناشر انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن، حجم ۱۶۸ صفحے، قیمت مجلد عہ، غیر مجلد ۱۲ر

متقدمین کے تذکرون مین سید فتح علی حسینی گردیزی کے تذکرہ "تذکرۂ ریختہ گویان" کا تذکرہ آتا رہا ہے، اب انجمن ترقی اردو نے مولوی عبدالحق صاحب کے مقدمہ کیساتھ شائع کیا ہے، مقدمہ مین تذکرہ کی حیثیت اور اس کے مصنف کے حالات کا بیان ہو۔ اور تذکرہ ۹۸ شعرائے ذکر اور اُن کے منتخب کلام پر مشتمل ہے، گردیزی نے یہ تذکرہ دراصل میر تقی میر کے تذکرہ نکات الشعراء کے جواب مین لکھا تھا، لیکن ان دونون تذکرون مین کوئی مقابلہ اور مناسبت نہین، گردیزی کے اس تذکرہ کی اگر کوئی خصوصیت ہے تو بس یہی کہ یہ قدیم تذکرون کی فہرست مین ہے، اسکا زمانہ تالیف ۱۱۶۶ھ ہے،

نفسیات مذہب، از جناب سید وہاج الدین صاحب بی اے، ال ٹی، استاذ عثمانیہ کالج، اورنگ آباد، دکن، حجم ۷۶ صفحے، ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، قیمت ۸ر

پروفیسر سید وہاج الدین صاحب مصنف نفسیات ترغیب نے "نفسیات مذہب" کے عنوان پر اردو اکاڈیمی، جامعہ ملیہ مین ایک مقالہ پڑھا تھا، اس کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، مقالہ نگار نے اس مین مذہب کے نفسیات پر صاف اور سلجھے ہوئے اسلوب بیان مین روشنی ڈالی ہے، اثبات مدعا کے لئے مشرق و مغرب کے اکابر و ارباب علم کے اقوال و آرار سے استشہاد کیا ہے، اور نتیجۃً بتایا ہے کہ "ہر نفس کی کچھ باطنی مشکلات ہوتی ہین، جنکا وہ حل تلاش کرتا ہے، حاسۂ مذہبی یا ایمانیت ہی ایک ایسا جامع الحیثیات حل ہے

جو روح کے اکثر امراض کے لئے نسخۂ شفا کا حکم رکھتا ہے"، ہم جدید تعلیم یافتہ مسلمانون سے ان کی جدید تعلیم کے ایسے ہی ثمرات حاصل کرنا چاہتے ہین کہ ان کی جدید تعلیم و مطالعہ بھی وحدت مقصد کے اصول پر دین و مذہب ہی کی طرف منتہی ہو،

نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین (عربی) از حضرت مولٰنا محمد انور شاہ صاحب مرحوم کشمیری، سابق شیخ الحدیث، دار العلوم دیوبند و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حجم بہ ترتیب

و

اکفار الملحدین فی ضروریات الدین،

۵۰ و ۱۳۰ صفحے، قیمت ۱۲ر و ۱۰ر، مرتبہ مجلس علمی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت،

علمائے دیوبند کی ایک جماعت ایک دور دراز مقام ڈابھیل مین علم دین کی جس خدمت مین مصروف ہے اسی کا تذکرہ معارف کے صفحات مین آچکا ہے، اس جامعہ کی نگرانی مین ایک مجلس علمی بھی قائم ہے، جو مذہبی مباحث پر رسائل اور کتابین تالیف اور شائع کرتی ہے، اسکی دو کتابین اس وقت پیش نظر ہین، دونون عربی زبان مین ہین، ان مین سے پہلی کتاب نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین، احناف و اہلحدیث کے مشہور مختلف فیہ مسئلہ رفع یدین پر ہے، کتاب کی نمایان خصوصیت یہ ہے کہ اس مین اثبات مدعا کے ساتھ اس مسئلہ کے متعلق احادیث و آثار و نقد رجال کے جملہ مباحث کے احاطہ کی کوشش کیگئی ہے،

دوسرا رسالہ اکفار الملحدین فی ضروریات الدین، دوسری مرتبہ نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے، اس مین بتایا گیا ہے، کہ جس طرح مجتہد فیہ مسائل پر تکفیر مذموم ہے، اسی طرح ضروریات دین کے انکار کے باوجود تکفیر نہ کرنا مذموم ہے،

رقص چغتائی، از مولوی سیٹھ ظہور محمد صاحب، رئیس پی پاڑ، مارواڑ، حجم ۴۶ صفحے، تقطیع بڑی قیمت ۳ر مؤلف سے آفتاب منزل، پی پاڑ، مارواڑ کے پتہ سے طلب کرین،

جناب مرزا عظیم بیگ چغتائی وکیل، مارواڑ، نے جن کا نام مذہبی مباحث پر علوم مذہب سے ناآشنائی کے باوجود آزادانہ اظہار رائے کرنے مین معروف ہو چکا ہے، ایک رسالہ "رقص و سرود" کے نام سے لکھا تھا جس مین

دکھایا تھا، کہ اسلام مین ناچنا اور گانا نہ صرف جائز ہے، بلکہ نعوذ باللہ سنت رسول ہے، اور شریف بہو بیٹیون کو بھی (بہ تقلید یورپ) بطور تفریح طبع ناچنا اور گانا چاہئے، اسی رسالہ کے رد مین اسی سرزمین سے جہان زہر اگلا گیا اس کا تریاق بھی تیار کیا گیا، چنانچہ مولوی ظہور محمد صاحب نے زیر تبصرہ رسالہ مین نہایت کامیابی سے اس کا رد کیا ہے، اور ان کے تمام غلط دلائل کا پردہ چاک کیا ہے، رسالہ چند عنوانون مین ہے، پہلا باب "غنا اور ارباب سماع" ہے، جس مین ارباب سماع کے مسلک کی صحیح توضیح ہے، پھر مسئلہ سماع اور اقوال ائمہ" کا عنوان ہے، اس کے بعد "حرمت سماع و احادیث صحیحہ" کا بیان ہے، اور پھر چوتھے باب مین چغتائی کے برخود غلط دلائل و استنباط کی تفصیلی و جزئی رد ہے، رسالہ اپنے مقصد مین کامیاب ہے، جن لوگون تک چغتائی کا رسالہ پہنچا ہو، انھین اس رسالہ کو منگا کر ضرور دیکھنا چاہئے، کہ کسی غلط فہمی کا امکان باقی نہ رہے،

سرشک اخلاص، از جناب مرزا احسان احمد صاحب بی اے، ال ال بی، (علیگ)، وکیل اعظم گڈھ، حجم ۱۶ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت ۴ر جناب مصنف سے طلب کرین،

ہمارے شہر کے ممتاز شاعر جناب مرزا احسان احمد صاحب بی اے، وکیل، اردو زبان و ادب کے روشناس شاعر و ادیب ہین، اور جیسا کہ تاریخ ادب اردو کے مصنف موہن لال سکسینہ نے لکھا ہو، کہ موصوف کو یہ دلچسپ اولیت حاصل ہو کہ وہی سب سے پہلے صاحب علم ہین جنھون نے اردو زبان مین شعراء کے مختصر دواوین پر جدید طرز کی مقدمہ نویسی کا آغاز کیا، موصوف کا اردو کلام بھی معارف اور دوسرے رسالون مین وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہتا ہو، لیکن ابھی تک کوئی مستقل رسالہ یا مجموعہ کلام اشاعت پذیر نہین ہوا تھا، یہ پہلا رسالہ "سرشک اخلاص" کے نام سے شائع ہوا ہے، جو مولنا محمد علی مرحوم کے حادثۂ وفات پر دلی سرشک اخلاص ہو، مولنائے مرحوم کی وفات پر بہ کثرت مرثیے اور دلدوز نالے نکلے، لیکن انکی سیرت کو پیش نظر رکھکر جس جامعیت اور عقیدت کیساتھ جذبات و احساسات کی ترجمانی اسمین کیگئی ہو، وہ کسی دوسری جگہ نظر نہین آتی، یہ تقریباً سو دو سو شعرون کا مجموعہ ہو، جسمین مولنائے مرحوم کی سیرت کے تمام خط و خال نمایان ہوگئے ہین، اور انکے ملکی و ملی خدمات ایک ایک کرکے یاد دلائے گئے ہین، ہم جناب مرزا صاحب کو اس رسالہ کی اشاعت پر مبارکباد دیتے ہین، امید ہے کہ اس کو قبولیت حاصل ہوگی،

"م"

مرآۃ المثنوی

مرتبۂ

جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے رکن دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

مثنوی مولانا رومیؒ کو سات سو برس سے دنیائے اسلام مین جو قبولیت و منزلت حاصل رہی ہے، وہ کلام خدائے تعالیٰ اور سنت رسول اللہ صلعم کے بعد کسی کتاب کو حاصل نہین ہوئی ہو، اہل تصوف تو اسے اپنا صحیفۂ مقدس سمجھتے ہین، گو مثنوی شریف مین قصص و حکایات، حکم و معارف، نصائح و مواعظ اس طرح ایک دوسرے مین گتھے ہوئے ہین کہ [illegible] مطالعہ سخت دشوار طلب ہو جاتا ہو، قاضی صاحب [illegible] نے سالہا سال کی محنت سے مثنوی شریف کو ایسے طرز پر مرتب کیا ہو، کہ یہ دشواری کلیتہً رفع ہوگئی ہو اور ہر شخص مثنوی شریف سے کاملاً مستفید ہو سکتا ہو، جملہ مباحث مثنوی شریف کو حسب ذیل پانچ حصص مین تقسیم کرکے سہل الفہم بنا دیا ہو،

یواقیت القصص :- اس مین حکایات کے اجزائے متفرقہ و منفصلہ کو اس طرح ایک سلسلہ مین مربوط کیا گیا ہے کہ کہین سکتہ باقی نہین رہا ہو، ہر حکایت بجائے خود مسلسل ہو گئی ہو،

درر الحکم :- حکم و معارف کے ساڑھے تین ہزار سے زائد اشعار کو تقریباً گیارہ سو عنوانات کے تحت فرہنگ کے اصول پر مرتب کیا ہے،

جواہر القرآن :- جو اشعار مطالب قرآنی پر حاوی تھے انھین ترتیب قرآنی کے بموجب جمع کیا گیا ہے،

لآلی السنن :- اشعار مشتمل بر احادیث نبوی کو احادیث کی ترتیب ہجی کے تحت رکھا گیا ہو،

مرجانۃ المدیح :- آخر مین ایک مجموعہ ان اشعار کا شامل کر دیا گیا ہو جو مولنا نے اپنے اصحاب کی مدح مین کہے ہین ابتدائی مفصل فہرست کے علاوہ تین ضمیمے ہین جنمین سے پہلا ضمیمہ باعتبار مطالب درر الحکم کا اشاریہ ہے، دوسرا ضمیمہ کشف الابیات ہو، یعنی کسی شعر کے ابتدائی دو لفظ یاد ہون تو اس شعر کا کتاب مین پتہ چل سکتا ہے، تیسرا ضمیمہ فرہنگ ہے جسمین مشکل الفاظ و فقرات کے معانی آسان عبارت مین دیئے گئے ہین،

جس شخص کو مثنوی شریف سے دلچسپی ہو اس کے لئے یہ کتاب ناگزیر ہو، کتابت، طباعت، کاغذ، جلد سب اعلیٰ پیمانہ پر ہین، کتاب کی ظاہری و باطنی خوبیون کا اندازہ صرف کتاب کے دیکھنے ہی سے ہو سکتا ہے، حجم (۱۲۰۰) صفحات

قیمت (عـہ)

ملنے کا پتہ :- **دائرۃ الادب حیدر گوڑہ، حیدرآباد دکن،**

دار المصنفین کا قابل فخر کارنامہ
سیر الصحابہ
سیرت نبوی کے بعد مسلمانوں کے لئے جو مقدس ہستیاں [illegible] ہوسکتی ہیں، وہ حضرات صحابہ کرام ہیں، دار المصنفین نے بارہ برس کی جانفشانی و کوشش میں اس عظیم الشان کام کو
انجام دیا، اور اردو میں صحابہ کرام کے حالات و سوانح اور اخلاق و حسنات کی دس ضخیم جلدیں احادیث و سیر کے ہزاروں
صفحات سے چنکر جمع کیں اور بحسن خوبی شائع کیا، ضرورت ہے کہ حق طلب اور رہنمائی کے جویا مسلمان ان صحیفوں کو پڑھیں
اور اس شمع ہدایت کی روشنی میں چلیں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے انکے سامنے جلائی گئی تھی، ان جلدوں کی علیحدہ علیحدہ
قیمتیں حسب ذیل ہیں جنکا مجموعہ [illegible] ہوتا ہے، لیکن پورے سٹ کے خریدار کو صرف پچیس روپے میں یہ دس جلدیں کامل
نذر کیجاتی ہیں، پیکنگ ذمہ دار المصنفین، محصول ذمہ خریدار،
جلد اول خلفائے راشدین ([illegible]) جلد دوم مہاجرین اول ([illegible]) جلد سوم مہاجرین دوم ([illegible])
جلد چہارم سیر الانصار اول ([illegible]) جلد پنجم سیر الانصار دوم ([illegible]) جلد ششم سیر الصحابہ ششم ([illegible]) جلد ہفتم
سیر الصحابہ ہفتم ([illegible]) جلد ہشتم سیر الصحابیات ([illegible]) جلد نہم اسوۂ صحابہ اول ([illegible]) جلد دہم اسوۂ صحابہ دوم ([illegible])
منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ،